مدیحہ سعید

دلِ فقیر تیرے لیے

"مجھے دیکھنے دے قریب سے
میری چشم نم کو زکوٰۃ دے"

جھٹپٹے کا وقت تھا۔ آسمان پر کہیں کہیں سرمئی بدلیاں اڑتی پھر رہی تھیں۔ سرشام کیاریوں کو پانی دیا گیا تھا جس کے باعث فضا میں مٹی کی سوندھی خوشبو کے علاوہ انواع اقسام کے پھولوں کی مہک رچی تھی۔ جامن کے پیڑ پر کوکتی کوئل کی کوک اور دور چکی کی چک چکا چک کی آواز میں عجیب سا تال میل تھا۔

وہ اٹھارہ روز بعد زید کے آنے کی خبر سن کر حویلی آیا تھا۔ صحن عبور کرتے وہ لمبے برآمدے کے

ناولٹ

تین اسٹیپ چڑھ کر آستین موڑتا اپنے ہی دھیان میں تھا کہ جھنکے کی آواز پر نگاہ دائیں جانب اٹھی تو ہاتھ ایک زاویے پر ساکت رہ گیا۔ وہ سرمئی اور سرخ لان کے خستہ حال سوٹ میں ملبوس آنے والے کی طرف بے خودی سے متوجہ تھی۔ جبکہ آنے والے کو بھی اپنی بصارتوں پر شبہ ہوا۔ کیا وہ اجڑے حال ـــ لڑکی درعدن بلال ہے؟ وہ درعدن بلال جس کی شاہانہ شخصیت اور وقار کا وہ نہ چاہتے ہوئے بھی قائل تھا۔

وہ شاہزادیوں جیسی آن بان والی کیسے بھکارن کے روپ میں کھڑی تھی۔ تب ہی ہلکے سے کھٹکے کی آواز پر وہ چونک کر ہال کمرے سے باہر آتے زید کی طرف متوجہ ہوا تو لبوں کو دلکش مسکان چھوگئی۔

درعدن کی آنکھیں تیزی سے نم ہوئیں۔ زید گرم جوشی سے بھائی پکارتا اس کی طرف لپکا۔

"کہاں سے لاؤں میں اتنا صبر
تم تھوڑا کیوں نہیں مل جاتے"

اس کی پشت پر نگاہیں جمائے عدن بے بس ہوئی تھی۔

☆☆☆

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں بڑی اماں؟" زید نے بے یقینی سے تائی کی طرف دیکھا۔ "آپ لوگ ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟"

دکھ، حیرت، بے یقینی کیا کچھ نہ تھا لہجے میں۔

"یہ ہم نے نہیں کیا؟ ان کا انداز روکھا سا تھا۔

"تو پھر کون ذمہ دار ہے؟" اس بار مخاطب ماں تھی۔

مدیحہ سعید

دلِ فقیر تیرے لیے

ناولٹ

"مجھے دیکھنے دے قریب سے
میری چشم نم کو زکوۃ دے"

جھٹپٹے کا وقت تھا۔ آسمان پر کہیں کہیں سرمئی بدلیاں اڑتی پھر رہی تھیں۔ سر شام کیاریوں کو پانی دیا گیا تھا جس کے باعث فضا میں مٹی کی سوندھی خوشبو کے علاوہ انواع اقسام کے پھولوں کی مہک رچی تھی۔ جامن کے پیڑ پر کوکتی کوئل کی کوک اور دور چکی کی چک چکا چک کی آواز میں عجیب سا تال میل تھا۔

وہ اٹھارہ روز بعد زید کے آنے کی خبر سن کر حویلی آیا تھا۔ صحن عبور کرتے وہ لمبے برآمدے کے تین اسٹیپ چڑھ کر آستین موڑتا اپنے ہی دھیان میں تھا کہ کھٹکے کی آواز پر نگاہ دائیں جانب اٹھی تو ہاتھ ایک زاویے پر ساکت رہ گیا۔ وہ سرمئی اور سرخ لان کے خستہ حال سوٹ میں ملبوس آنے والے کی طرف بے خودی سے متوجہ تھی۔ جبکہ آنے والے کو بھی اپنی بصارتوں پر شبہ ہوا۔ کیا وہ اجڑے حال — لڑکی درعدن بلال ہے؟ وہ درعدن بلال جس کی شاہانہ شخصیت اور وقار کا وہ نہ چاہتے ہوئے بھی قائل تھا۔ وہ شاہزادیوں جیسی آن بان والی کیسے بھکارن کے روپ میں کھڑی تھی۔ تب ہی ہلکے سے کھٹکے کی آواز پر وہ چونک کر ہال کمرے سے باہر آتے زید کی طرف متوجہ ہوا تو لبوں کو دلکش مسکان چھو گئی۔

درعدن کی آنکھیں تیزی سے نم ہوئیں۔ زید گرم جوشی سے بھائی پکارتا اس کی طرف لپکا۔

"کہاں سے لاؤں میں اتنا صبر
تم تھوڑا کیوں نہیں مل جاتے"

اس کی پشت پر نگاہیں جمائے عدن بے بس ہوئی تھی۔

☆☆☆

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں بڑی اماں؟" زید نے بے یقینی سے تائی کی طرف دیکھا۔ "آپ لوگ ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟"

دکھ، حیرت، بے یقینی کیا کچھ نہ تھا لہجے میں۔

"یہ ہم نے نہیں کیا؟ ان کا انداز روکھا سا تھا۔

"تو پھر کون ذمہ دار ہے؟" اس بار مخاطب ماں تھی۔

''سکندر!'' ماں نے گہری سانس لیتے گویا اعتراف جرم کیا جبکہ اس بار لگنے والا جھٹکا اس قدر شدید تھا کہ وہ چند لمحوں تک کچھ بول ہی نہ پایا۔ فیروز چاچو جانے کب وہاں آئے تھے اور اب اس کے شاکڈ چہرے پر نگاہیں جمائے بیٹھے تھے۔

''وہ اتنے ظالم کیسے ہو سکتے ہیں؟'' بے یقین لہجے میں خود کلامی کی تو تائی نے اسے گھورا۔

''اس میں ظلم والی کیا بات ہے؟'' تائی کے سرد انداز پر سر اٹھایا تو آنکھیں سرخ تھیں۔

''یہ ظلم نہیں بلکہ ظلم کی انتہا ہے۔ بڑی اماں!''

''زید! تم اس معاملے سے دور رہو۔ یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے۔''

''یہ میرے بھائی کا معاملہ ہے تو اس کا تعلق مجھ سے بھی ہے۔''

''تمہیں کیوں اس سے اتنی ہمدردی ہو رہی ہے؟'' تائی نے مشکوک نگاہوں سے اسے گھورا تو زید کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔

''مجھے اس سے نہیں اپنے بھائی سے ہمدردی ہے۔''

''اگر تمہارا کوئی جواں سال بیٹا دنیا سے جاتا اور وہ منحوس لڑکی بدلے میں یہاں آتی۔ تب میں دیکھتی کہ تمہیں کس سے ہمدردی ہے زید؟ تائی کا لہجہ بھرا گیا۔ عابدہ نے ان کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں بھینچے بیٹے کو گھورا۔

''معافی مانگو زید۔''

''میں نے ایسا کیا کیا ہے اماں اور بھائی......''

''زید!'' اماں نے درشتی سے اسے ٹوکا تو اس نے لب بھینچ لیے۔

''تم اس معاملے میں کچھ نہیں بولو گے اور معافی مانگو۔''

''ایم سوری بڑی اماں!'' آنکھوں میں ہٹ دھرمی اور تنی گردن کے ساتھ سوری کہتے وہ جھٹکے سے اٹھ کر ڈیرے پر سکندر کی طرف روانہ ہوا، وہ جس اعتماد اور مان بھروسے پر بھائی کے پاس گیا تھا اس سے دگنی شکستگی سے اپنے ٹوٹے مان کی کرچیاں لیے پلٹا تھا۔ گاڑی وہیں چھوڑ کر وہ پچھلے پچیس منٹ سے پیدل چل رہا تھا۔ بادامی قمیص پسینے میں بھیگ کر جسم سے چپک گئی تھی۔ دن کے دو بجے کا وقت تھا سورج خوب چمک رہا تھا مگر وہ موسم کی شدت سے بے نیاز بس چلتا ہی جا رہا تھا۔ پاؤں کے نیچے مٹی کا ڈھیلا آیا تو وہ لڑکھڑا گیا پھر جھک کر ڈھیلا اٹھاتے پوری قوت سے دور اچھال دیا۔

''کیوں؟'' وہ حلق کے بل چیخا۔ ''پلیز مجھ سے اس سے انداز میں بات مت کریں میں آپ کی بے رخی سہہ نہیں پاؤں گا۔''

''تم اس معاملے سے دور رہو زید! یہ میرا اور اس خاندان کا مسئلہ ہے۔''

''وہ اس خاندان کا نہیں اس لڑکی کا معاملہ ہے جو آپ کی بیوی ہے۔''

''جسٹ شٹ اپ!'' سکندر کے تین حروف نے زید کے منہ پر گویا طمانچہ دے مارا تھا۔ ''جب کہہ رہا ہوں کہ اس معاملے سے دور رہو تو تمہیں دور رہنا چاہیے۔ نہ کہ بحث کرتے جاؤ۔ چلے جاؤ۔ یہاں سے۔''

زید نے ضبط سے سرخ پڑتی نگاہیں سورج پر جمائیں تو آنکھوں میں شدید جلن کے باعث نمی چھا گئی، اذیت کی انتہا تھی مگر پھر بھی ان لفظوں کی شدت سے کم جو سکندر نے کہے تھے۔ سکندر نے آج ایک ہی جھٹکے سے اسے دور کر دیا تھا۔ وہ جو باپ کے بعد ان کے لیے باپ بن گیا تھا۔ دوست ہم زاد جس سے وہ دونوں بھائی بلا جھجک ہر بات منوا سکتے تھے۔ آج وہی کہہ رہا تھا کہ اس کے معاملے سے دور رہو۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تب ہی تین پہیوں کی بائیک اس کے پاس رکی۔

''پاگل ہو گئے ہو زید؟'' فیروز نے اسے جھنجھوڑا۔

''کاش ہو جاتا۔'' اس کا لہجہ گرلایا۔ ''بھائی ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟''

''مجھے تمہاری حالت ٹھیک نہیں لگ رہی گھر چلو۔''

''ابھی نہیں۔''

''میں کہہ رہا ہوں زید! تم گھر چلو۔'' فیروز کو اس کی حالت تشویش میں مبتلا کر رہی تھی۔

''مجھے نہیں جانا۔'' اس بار انداز ضد کی تھا۔

''ٹھیک ہے پھر میں بھی ادھر ہی ہوں۔'' فیروز نے بھی اسی کے انداز میں کہتے ہوئے نگاہیں سڑک پر جمائیں۔

''پلیز چاچو! آپ جائیں میں آ جاؤں گا۔'' وہ روہانسا ہوا۔

''بالکل بھی نہیں جب تک تم یہاں ہو میں بھی ادھر ہی رہوں گا۔''

ان کے اٹل انداز پر اسے ماننا ہی پڑا اور اگلے پینتالیس منٹ بعد وہ فریش ہو کر چاچو کے کمرے میں ان کے بیڈ پر بیٹھا تھا۔ جبکہ وہ افسردگی سے بول رہے تھے۔

''جب بھائی نے بدلے کے لیے اس لڑکی کے ساتھ میرا نام لیا تو میں نے سنتے ہی انکار کر دیا تھا۔'' زید نے نگاہیں ان کے چہرے پر جمادیں۔ ''کیونکہ میں اپنے ادھورے وجود کا بوجھ کسی کے ناتواں کندھوں پر نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔''

زید نے بے ساختہ ان کے نچلے دھڑ کی طرف دیکھا۔

آٹھ برس قبل ایک بھیانک حادثے میں جہاں زید نے مشفق باپ کو کھویا تھا۔ وہیں وہ حادثہ فیروز چاچو کو بھی عمر بھر کے لیے معذور کر گیا تھا۔ ڈی آئی خان سے واپسی پر فیضان اور فیروز کی گاڑی گہری کھائی میں گری تھی۔ جس کے باعث فیضان تو موقع پر ہی خالق حقیقی سے جا ملے تھے جبکہ فیروز دونوں ٹانگوں سے معذور ہو گئے تھے۔

''سچ بتاؤں تو زید مجھے پہلے سے ہی معلوم تھا یہاں اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔ اسی لیے انکار کر دیا کہ میں اسے اس کا حق دلوا بھی نہیں سکتا تھا تو بھائی نے سکندر کا نام تجویز کر دیا۔ تم جانتے ہو، سکندر نے صرف شکل ہی دونوں بھائیوں (سفیان اور عارف) جیسی نہیں پائی۔ عادات میں بھی ان کے ہی کے جیسا ہے۔

وہ نرمی سے مسکرائے۔ ''بالکل عارف بھائی والی ضدی طبیعت اگر کسی بات پر اڑ جائے تو کسی کی مجال نہیں کہ اسے فیصلے سے ہٹنے پر مجبور کر سکے۔ اس نے چاچو کے چہرے سے نگاہ ہٹائی اور لیٹ گیا۔

''بہت عجیب طبیعت ہے تمہارے بھائی کی اخروٹ جیسی۔'' وہ بہت نرمی سے بھتیجے کا ذکر کر رہے تھے پھر زید کی طرف دیکھا۔

''ویسے ایک بات ہے زید! ہے تو کھڑوس مگر یار ہے وہ بہت پیارا۔''

وہ ہنسے تو زید بھی مسکرا دیا۔ بلاشبہ وہ بہت ہینڈسم اور وجیہہ نوجوان تھا چھ فٹ قد اور شفاف رنگت کھڑی مغرور ناک ہلکی سرمئی پرکشش آنکھیں نجانے اس کے چہرے میں کیسا چارم تھا جو دل اس کی جانب کھینچتا تھا جتنا بھی غصہ ہو اس کی صورت دیکھتے اڑن چھو ہو جاتا۔

''آپ کہہ رہے تھے، بھائی کی طبیعت تایا ابو کی طبیعت جیسی ضدی ہے۔ اس کا کیا مطلب ہوا میں نے تو کبھی نوٹ نہیں کیا ایسا؟

''تایا ابو اور ضدی طبیعت بات میری سمجھ میں نہیں آئی؟''

''تم آپا والے واقعہ کو بھول گئے ہو؟'' ان کا چہرہ ستا ہوا تھا۔

''پھوپھو کا کیسا معاملہ؟'' وہ چونکا۔ ''کبھی دیکھا نہیں انہیں۔ وہ کہاں ہیں؟''

''دیکھ بھی کیسے سکتے ہو بائیس برس قبل انہیں دیس نکالا دیا جا چکا ہے۔'' انہوں نے افسردگی سے

خوشخبری

اگر آپ لکھ سکتے ہیں اور اپنے اندر کے لکھاری کو باہر لانا چاہتے ہیں

تو لکھاری آن لائن میگزین آپ کو اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لئے بہت اچھا

پلیٹ فارم فراہم کرتا ہے۔ لکھاری آن لائن میگزین کا حصہ بنئے اور آج ہی اپنی

تحریر (افسانہ، ناول، ناولٹ، کالم، مضامین، شاعری) اردو میں ٹائپ کر کے

ہمیں بھیجیں۔ آپ کی کوئی بھی تحریر ضائع نہیں کی جائے گی اور ایک ہفتے کے اندر

ہمارے سب ویب بلاگز (ویب سائٹس)اور سوشل میڈیا گروپس اور پیجز پر

پبلش کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے ابھی رابطہ کریں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

کہتے نگاہیں چھت پر ٹکائیں۔

''پلیز چاچو! بتائیں نا یہ کیا معاملہ ہے؟'' زید متجسس ہوا۔ فیروز نے گہری سانس لیتے اس کی طرف دیکھا۔

''وہی معاملہ جو روایتی جاگیردار گھرانوں کا خاصا ہے۔ صفدر ملک بھائی صاحب کے ہی بہترین دوست تھے نجانے انہوں نے کیسے آپا کو دیکھ لیا پھر عزت سے رشتہ بھیجا مگر بھائی صاحب نے اسے انا کا مسئلہ بنالیا اور انکار کردیا۔ لیکن ابا جی نے ان کے بارے میں چھان بین کی اور رشتہ قبول کرلیا اس بات کو بھائی صاحب نہیں بھولے ابھی تک۔''

''کمال ہے۔'' زید حیران ہوا۔

''تم اس قصے کو چھوڑو۔'' فیروز نے اسے ٹوکا۔ ''تم کیا چاہتے ہو سکندر کے معاملے میں؟''

''میں! میرے چاہنے سے کیا ہوتا ہے؟'' وہ افسردہ ہوا۔

''پھر بھی پتا تو چلے؟'' زید نے سنجیدگی سے ان کی طرف دیکھا۔

''میں چاہتا ہوں بھائی درعدن کو بحیثیت بیوی قبول کریں۔''

''کرتو لیا ہے قبول، وہ بھی تین بار۔ مزید کیا کرے بھئی؟''

''اسے قبول کرنا کہتے ہیں۔'' زید متاسف ہوا۔ ''خود شہر میں ڈیرا جمار کھا ہے، بیوی کو ملازمہ کی حیثیت دے کر کال کوٹھڑی میں ڈالا ہوا ہے۔ آپ نے اس لڑکی کی حالت دیکھی کیسی خستہ اور اجڑی ہوئی ہے۔'' اس کا لہجہ شکایتی تھا۔ ''چاہے جیسے ہی حالات میں سہی لیکن چاچو وہ اب اس گھر کی بہو ہے۔''

''دیکھ تو سب کچھ رہا ہوں مگر وہ بھی اڑ گیا ہے کہ اگر اس لڑکی کو سچائی پتا چلی تو یہ کسی کے حق میں اچھا نہیں ہوگا۔'' زید نے ان کا ستا ہوا چہرہ دیکھا۔

''آپ کو بھی تو غصہ ہوگا نا عدن پر؟''

''مجھے کیوں ہوگا؟'' وہ حیران ہوئے۔ ''اس کے باپ کی وجہ سے ہم نے سیف کو کھودیا۔''

''غصہ تو ہے مگر اس کے باپ پر، جوان بیٹا کھونا آسان نہیں مگر حقیقت یہ بھی ہے کہ لکھا کوئی نہیں ٹال سکتا اور میں ایسے مردوں کی مردانگی پر لعنت بھیجتا ہوں جو خود کو بچانے کے لیے بہن بیٹیوں کو قربان کردیتے ہیں۔ سنا تو یہاں تک ہے کہ بہت نازوں سے پالا تھا بیٹی کو اور صورت حال یہ ہے کہ پلٹ کر نہیں پوچھا کہ آیا وہ زندہ بھی ہے یا مرگئی۔''

''تم دعا کروزید! سکندر کا دل اس بچی کے لیے نرم ہوجائے۔''

''اور دل نرم کیسے ہوتے ہیں؟'' زید نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''محبت سے۔'' ترنت جواب پر وہ چونکا۔

''محبت؟''

''ہاں محبت اس کے علاوہ کوئی جذبہ انسان کا دل نرم نہیں کرسکتا۔''

''اور محبت کیسے ہوتی ہے؟''

''محبت کی نہ تو وجوہات ہوتی ہیں نہ علامات کہ یہ کوئی مرض نہیں۔'' وہ شرارتاً بھتیجے کی طرف دیکھتے مسکرائے۔ ''یہ تو بس ہوجاتی ہے اور جب ہوجاتی ہے تو انسان کو بدل بھی دیتی ہے۔''

''تو اب ہمیں دعا مانگنی چاہیے کہ صاحب کو بھی محبت ہوجائے۔'' زید ہنسا تو وہ بھی مسکرادیے۔

''جی بالکل ویسے ایک حقیقت اور بھی ہے۔ بتاؤں تمہیں؟'' زید نے سوالیہ نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا۔ ان کی آنکھوں میں شرارت کا عکس بہت واضح تھا۔

''ویسے یہ جو موم کا دل رکھنے والے لوگ خود پر مصنوعی سختی کا خول چڑھا لیتے ہیں۔ اسے اتارنا بہت آسان ہوتا ہے۔''

زید نے چند لمحے ان کا جگمگ کرتا چہرہ دیکھا پھر سمجھنے پر بے ساختہ ہنس پڑا۔

''صحیح کہا۔''

☆☆☆

''ایک کپ اسٹرونگ سی چائے بنادیں۔'' اگلی صبح اس نے کچن میں مصروف عدن سے کہا تو وہ پلٹ کر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔ نگاہوں میں نرم سا تاثر تھا۔ زید نے اچھنبے سے ان تاثرات کو نوٹ کیا۔ جس چہرے کو دیکھ اس کے ماتھے پر بل پڑجاتے تھے اس کے لیے ایسے نرم تاثرات باعث حیرت ہی تو تھے۔

''السلام علیکم کیسے ہیں آپ؟''

''وعلیکم السلام فائن!'' وہ سنبھلا۔ ''مجھے تمہاری یادداشت پر شک ہے درعدن! کہیں کھو تو نہیں گئی؟ یا پھر میری شکل بھول گئی ہو۔ میں زید ہوں۔'' اس اطلاع پر وہ مسکرادی۔

''میری یادداشت الحمد للہ سلامت ہے بہت دنوں بعد کسی ایسے انسان کو دیکھا ہے جسے سزا کے دنوں سے قبل دیکھا تھا تو بہت اچھا لگ رہا ہے۔''

زید کو اس کے لہجے سے خوف آیا۔

''عدن میں ریکویسٹ کرتا ہوں پلیز میرے بھائی کے لیے کبھی بددعا مت کرنا۔'' وہ ملتجی ہوا تو عدن حیران رہ گئی۔

''میں ایسا کیوں کروں گی؟'' اس سے قبل کہ وہ کچھ کہتا صفیہ وہاں آگئیں۔

''تم یہاں کیا کررہے ہو؟ جاؤ یہاں سے۔''

زید جھٹکے سے پلٹ کر باہر نکل گیا۔

''اور لڑکی۔'' اب انہوں نے عدن کو گھورا۔ ''تم احمد کے کپڑے استری کرو۔''

اور اس احمد نام نے دل کی بستی کو تہہ و بالا کردیا تھا۔

''یا اللہ آج اس شخص سے سامنا نہ کرانا۔ مجھے اس آزمائش میں مت ڈالنا۔ کسی کے نکاح میں ہوتے ہوئے میں نامحرم کو سوچتی ہوں۔'' وہ کمرے کی طرف جاتے ہوئے گڑگڑا کر دعا گو تھی۔

''مگر آپ تو جانتے ہیں نا میں جان بوجھ کر ایسا نہیں کرتی۔'' (گویا صفائی دی)۔ ''کاش وہ شخص اس وقت کمرے میں ہی ہو۔ اسے ایک نظر ہی سہی دیکھ تو لوں۔''

دہلیز تک پہنچتے اپنی سابقہ دعا کو فراموش کرتے اس شخص کو دیکھنے کی چاہ نے اسے بے بس کیا تو پھر دعا مانگی۔ اپنی بے بسی پر آنکھیں بے ساختہ نم ہوئیں۔ تیزی سے پلکیں جھپک کر نمی اندر اتارتے کھلے دروازے پر دستک دیتے ہوئے اندر داخل ہوگئی۔ نگاہ سیدھی بیڈ کی طرف گئی جہاں کپڑوں کو ہونا چاہیے تھا مگر کمرے کا مکین بھی موجود نہیں تھا۔

''اب کیا کروں؟'' وہ کراہی۔ نجانے کیا چیز اسے رُلا رہی تھی۔

تب ہی ڈریسنگ روم کا دروازہ کھلا۔ خوشبو کا مخصوص جھونکا اندر آیا تو نگاہ جھک گئی۔ اس کے سامنے ایک چٹ بیڈ پر پھینکی گئی، عدن نے چٹ اٹھائی جس پر ایک جملہ لکھا تھا۔

''بلیک شرٹ پریس کردو۔'' اس نے نگاہ اٹھائی، وہ رائٹنگ ٹیبل کے پاس کھڑا تھا۔ ٹراؤزر پر سفید ٹی شرٹ بے ترتیب بال الماری سے شرٹ لے کر پلٹی تو وہ برہم تاثرات کے ساتھ اس کی طرف متوجہ تھا اس کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ (کیا خطا ہوگئی؟) اسے ہاتھ سے رکنے کا اشارہ کرتے خود آگے بڑھ کر نئی شرٹ نکال کر اس کی طرف بڑھائی اور فضا میں ہاتھ سے زگ زیگ کرتے جانے کیا کہا۔ عدن پر حیرتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ احمد اس سے مخاطب تھا (یا خدا) مگر اس کی بدقسمتی کہ اسے اشاروں کی زبان سمجھ میں نہیں آتی تھی اور سامنے والے کو بھی اس کے تاثرات سے اندازہ ہوگیا کہ وہ بھینس کے سامنے بین بجارہا ہے، اسی لیے تیزی سے رائٹنگ ٹیبل پر جھکتے لکھ کر اس کے سامنے کیا۔

''جلدی کرو میں لیٹ ہورہا ہوں۔''

''مم میں ابھی لاتی ہوں۔'' وہ تیزی سے باہر نکلی اور جب احمد شاور لے کر نکلا عین اسی لمحے وہ بھی اندر داخل ہوئی تھی۔ شرٹ لیتے سر ہلایا (تھینک یو)۔

''ناشتہ یہیں لے آؤں صاحب؟'' اس

نے سر کو نفی میں جنبش دی۔

احمد نے سوالیہ ابرو اٹھاتے اسے گھورا مگر عدن پر ذرا جو اثر ہوا ہو۔ تاسف سے سر جھٹکتے نوٹ پر جملہ لکھتے اس کی نگاہوں کے سامنے کیا۔

"تم جاؤ۔ مجھے شرٹ چینج کرنی ہے۔" عدن پر گھڑوں پانی پڑا۔ وہ گولی کی سی تیزی سے کمرے کی چوکھٹ عبور کر گئی۔

☆☆☆

"آخر تمہیں ایسی بے مصرف چیزوں کی ضرورت کیوں پیش آ گئی ہے۔"

درعدن نے رومیہ کو بری طرح گھورا۔ وہ عدن کو زبردستی شاپنگ کے لیے گھسیٹ لائی تھی۔ اس نے بہت انکار کیا مگر وہ رومیہ ہی کیا جو کسی کی مان لے۔ فون پر اس کے بابا سے اجازت لے کر وہ اسے اپنے ہمراہ لے آئی تھی۔ ایک دو ڈریسز کے بعد پچھلے پچیس منٹ سے وہ ڈیکوریشن پیسز کا پوسٹ مارٹم کر رہی تھی جبکہ درعدن کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔

زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا ان کی دوستی کو درعدن بلال کا تعلق گوٹھ سہراب نامی گاؤں سے تھا۔ چار بھائیوں کی اکلوتی لاڈلی بہن تو باپ کی جان بھی عدن میں مقید تھی۔ وہ اپنے خاندان کی پہلی لڑکی تھی جو حویلی کی چار دیواری سے باہر یوں پڑھائی کے سلسلے میں ہاسٹل میں مقیم تھی۔ سرو قد، دبلی پتلی، کھلتی گندمی رنگت، گہری سبز آنکھیں۔ لمبے سیاہ سلکی بال مجموعی طور پر وہ بہت پرکشش تھی جس کی ذات میں باپ بھائیوں —— کا دیا بھروسا جھلکتا تھا۔ اس کا وقار رکھ رکھاؤ اسے سینکڑوں میں ممتاز کرتا تھا۔ صنف مخالف کے لیے درعدن بلال چیلنج تھی۔ جبکہ رومیہ شہر ہی میں رہتی تھی۔ اس وقت رومیہ سیاہ اور زرد پاجامہ فراک میں ملبوس تھی۔

وہ جھنجلا کر ایک جگہ ٹک گئی جبکہ رومیہ آگے بڑھ گئی۔ تب ہی رومیہ نے اسے اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا اس نے قدم بڑھائے پھر بوکھلا کر سر سے پھسلتی چادر پر ہاتھ رکھ کر روکنا چاہا مگر چادر ڈھلک کر شانے تک آ گئی تھی۔ وہ سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ پلٹی اور اپنے پیچھے موجود لڑکے کے چہرے پر جس کے ہاتھ میں چادر کا پلو تھا پوری قوت سے تھپڑ دے مارا، چٹاخ کی زوردار آواز پر رومیہ کے علاوہ دوسرے لوگ بھی متوجہ ہوئے جبکہ عدن تیزی سے دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔ رومیہ بھی تیزی سے پیچھے لپکی۔

"عدن! پلیز رکو۔" اس نے گاڑی میں بیٹھتے ٹھاہ کی آواز سے دروازہ بند کیا۔

"مائی گاڈ اتنا غصہ؟" رومیہ نے خود کو سیٹ پر گراتے جھرجھری لی پھر عدن کا سرخ چہرہ دیکھا۔

"تم نے بنا سوچے سمجھے اس لڑکے کو تھپڑ دے مارا۔"

"بنا سوچے سمجھے؟" عدن نے بے یقینی سے اس کی طرف دیکھا۔

"اتنی چھوٹی سی بات کے لیے تم نے اتنا شدید ردعمل دکھایا۔"

"چھوٹی سی بات؟ کسی کے سر سے یوں سرعام چادر اتارنے کا مطلب جانتی ہو تم رومیہ؟" اس نے دانت پیسے۔

"میں جانتی ہوں عدن! مگر وہ لڑکا بے قصور تھا۔ اس نے چادر نہیں کھینچی تھی۔"

"تم یہ بات کیسے کہہ سکتی ہو جبکہ پلو میں نے خود دیکھا تھا اس کے ہاتھ میں۔"

"بعض اوقات آنکھوں دیکھا بھی سچ نہیں ہوتا عدن! میں دیکھ رہی تھی تمہاری چادر آرائشی گل دان میں اٹک گئی تھی لیکن اس سے قبل کہ وہ گرتا اس لڑکے نے گل دان سنبھالتے ہوئے پلو چھڑا لیا اور بدلے میں تم نے اسے ہی اتنے لوگوں میں بے عزت کر دیا۔"

"تم جو بھی کہو۔ میں جانتی ہوں۔ اس نے جان بوجھ کر ایسا کیا تھا۔"

"یار! میں سچ کہہ رہی ہوں وہ لڑکا ایسا نہیں

ہے۔" رومیہ روہانسی ہوئی۔

"تم اس کی اتنی فیور کیوں کر رہی ہو۔" عدن نے اسے گھورا۔ "وہ تمہارے مامے کا پتر ہے؟"

رومیہ بے ساختہ ہنس پڑی۔

"تم تو واقعی بہت پہنچی ہوئی ہستی ہو۔ میرے ماموں کا ہی بیٹا ہے۔"

اس نے شرارت سے عدن کا گال چھوا تو وہ اونہہ کہہ کر رہ گئی۔

کتابوں کی دکان کی پارکنگ میں گاڑی روکتے رومیہ اسے یہ کہہ کر وہیں چھوڑ گئی تھی کہ تمہیں ساتھ لے جانا رسک سے کم نہیں اسی لیے یہیں انتظار کرو۔

اسے کون سا شوق تھا جانے کا اسی لیے مطمئن سی بیٹھی تھی۔ ان کی گاڑی کے بالکل پاس سے گزر کر سرمئی رنگ کی گاڑی عین سامنے آ کر رک گئی۔ اس نے بلا ارادہ اس طرف دیکھا ڈرائیونگ سیٹ پر براجمان شخص کی سنہری روئیں سے بھری مضبوط کلائی پر بندھی، بیش قیمت گھڑی کا ڈائل دھوپ کے باعث چمک رہا تھا۔ دروازہ کھول کر ایک دراز قد وجیہہ نوجوان باہر نکلا۔ مسٹرڈ شرٹ کے کف مڑے ہوئے تھے بالوں کو ہاتھ سے سنوارتا وہ گاڑی لاک کیے بنا آگے بڑھ گیا۔

درعدن بلال ٹرانس کی سی کیفیت میں اس منظر میں گم تھی۔ کیا خاص تھا اس میں؟ وہ اپنی دھڑکنوں کی بدلتی ردھم پر حیران تھی تبھی رومیہ واپس آئی مگر اپنی گاڑی میں آنے کے بجائے اس گاڑی کے شیشے کے ڈیش پر جھکی فائل کا صفحہ پلٹ رہی تھی تب ہی وہ شخص

تیزی سے پلیٹ آیا۔ رومیہ کے ساتھ عدن کا چہرہ بھی فق ہوا۔ وہ شخص بہت عجلت میں ان کی طرف دھیان دیے بنا گاڑی بھگا لے گیا۔

☆☆☆

"زید! آج تم شہر جاؤ گے؟" ماں کے پوچھنے پر اس نے فون سے نگاہ ہٹائی۔

"نہیں اماں! خیریت کوئی کام تھا آپ کو؟"

"ہاں بس تھوڑی خریداری کرنی تھی۔" وہ اس کے پاس بیٹھیں تو زید نے فون رکھ دیا۔

"ٹھیک ہے سکندر کے ساتھ ہی چلی جاؤں گی۔" زید نے پانی لاتی عدن کی طرف دیکھا سکندر کے ذکر پر بھی اس کا چہرہ بے رنگ ہی رہا تھا۔

"ایک تو یہ لڑکا شہر اور ڈیروں کے چکر میں گھن چکر بنا ہوا ہے، ماں تو شکل دیکھنے کو ترس جاتی ہے۔" زید ان کے شکایتی انداز پر مسکرایا۔

"شکل جو اتنی پیاری ہے، سنو عدن!" اس نے ساختہ پلٹتی عدن کو پکارا۔ تب ہی تائی بھی وہاں چلی آئیں۔ انہوں نے بغور زید کا انداز دیکھا۔

"میرا سیل چارجنگ پر لگا دو اور کپڑے پریس کرو۔ مجھے اماں کے ساتھ جانا ہے۔"

"جی!" اس نے سعادت مندی سے کہتے موبائل لے لیا۔

"کپڑے استری کرنے سے قبل شریفہ سے کہو۔ سبزی لے آئے اور تم چائے بنا دو۔" عابدہ کے حکم پر سر ہلاتے ابھی پلٹی تھی کہ تائی کے "سنو لڑکی" کہنے پر رکنا پڑا۔ گہری سانس لیتے ان کی طرف دیکھا۔

"چائے بنا کر پچھلے صحن میں کنویں سے دو بالٹی نکال لاؤ۔"

اس حکم پر اس کا چہرہ فق ہوا کیونکہ اسے گہرے پانی سے ڈر لگتا تھا۔

"آپ نے عدن کو کنویں سے پانی نکالنے کا کیوں کہا؟" زید نے اس کے جاتے ہی حیرت سے پوچھا۔

"کیونکہ اس لڑکی کو کنویں سے ڈر لگتا ہے؟"

"یہ جانتے ہوئے بھی آپ نے اسے وہاں بھیجا، کیوں؟" وہ حیران تھا۔

"کیونکہ اسے تکلیف میں دیکھ کر مجھے سکون ملتا ہے۔" ان کے لہجے کی سفاکی پر وہاں سکوت چھا گیا۔

☆☆☆

''شکر ہے اللہ کا۔'' گاڑی جب آگے بڑھی تو رومیہ نے کلمہ شکر پڑھا تو عدن بھی چونک کر حواس میں لوٹی۔

''تم نے اتنی غیر اخلاقی حرکت کیوں کی رومی؟ اگر وہ شخص دیکھ لیتا تو؟''

''تو دیکھ لیتا۔'' وہ مسکرائی۔ ''یار نام معلوم کرنا تھا اس بندے کا۔''

''میں نام جاننا چاہتی تھی اس شخص کا جس پر پڑنے والی والی پہلی نگاہ نے ہی اسے بے بس کر دیا تھا۔ مگر اس کے شانوں پر باپ بھائیوں کی عزت اور بھروسے کا بوجھ تھا اور اس کا زندگی میں ایک ہی اصول تھا جان جاتی ہے چلی جائے مگر بھروسا نہیں ٹوٹنا چاہیے اور نام بتا کوشش کے اگلے روز رومیہ نے اسے بتا دیا تھا۔

وہ دھپ سے عدن کے پاس بیٹھی۔

''بندہ خوب صورت اور ڈیشنگ ہو اور مغرور نہ ہو بھلا کیسے ممکن ہے۔''

''کون مغرور؟'' عدن نے جرنل بند کرتے حیرت سے پوچھا۔

''احمد اور کون؟ پہلے تو سینکڑوں لوگوں میں اسے ڈھونڈا پھر بیسیوں فرینڈ ریکوسٹ بھیجیں اور آج موصوف کا انتہائی جارحانہ جواب آیا۔'' آئندہ اتنی جرأت نہ کروں کیونکہ موصوف لڑکیوں سے دوستی نہیں کرتے۔'' اس نے منہ پھلایا۔

''کون احمد؟'' عدن کی حیرت ہنوز تھی۔

''ارے وہی جو اس روز بک شاپ کے باہر ملا تھا۔''

''اوہ!'' اس نے خود کو لاپروا ظاہر کرتے ہوئے شانے اچکائے۔

☆☆☆

''خیریت ہوا کیا تھا؟'' احمد نے سامنے بیٹھے زید کا سرخ چہرہ دیکھتے پوچھا اور یہ پوچھنا یوں غضب ہوا کہ کب سے ضبط کیے بیٹھا ارسل کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ زید کو تھپڑ مارنے کے بعد ارسل نے ہی اسے ارجنٹ بلایا تھا اور اب وہ تینوں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔

''ہائے ظالم۔'' ہنستے ہوئے ارسل کو زید نے تھپڑ مار کر چپ رہنے پر مجبور کیا۔ ''مار ڈالا ظالم کسی دوسرے کا غصہ مجھ پر کیوں نکال رہے ہو؟'' پھر احمد کی طرف دیکھا۔

''بہت عزت ہوئی ہے آج آپ کے بھائی صاحب کی۔'' زید نے خفگی سے منہ پھلایا۔

''عزت پر منہ کون پھلاتا ہے یار؟'' احمد نے حیرت سے پوچھا۔ جبکہ ارسل نے فر فر اسے تمام واقعہ کہہ سنایا تو وہ بے ساختہ ہنس پڑا۔ دونوں نے بہت محبت سے اس کا چہرہ دیکھا۔ بہت عرصہ ہوا وہ یوں کھل کر ہنسنا بھول چکا تھا آج اس کا بے ساختہ پن انہیں خوشی دے گیا تھا۔ اس نے آنکھوں میں آیا پانی صاف کیا تو ارسل کو مصنوعی تاسف ہوا۔

''پہلا بھائی دیکھا ہے جو بھائی کی بے عزتی پر یوں خوش ہو رہا ہے۔''

''یار! پہلی بار سنا ہے کہ کوئی لڑکی زید صاحب کی پرسنالٹی پر فدا نہیں ہوئی اسی لیے اچھا لگ رہا ہے۔ امپریسو کاش میں وہاں ہوتا۔''

''اگر وہاں ہوتے تو کیا کرتے؟''

''میں تمہاری بے عزتی کا بدلہ لیتا۔'' فوری جواب پر ارسل اش اش کر اٹھا۔

''قربان جاؤں آپ کے پیار پر۔'' وہ چند لمحے سنجیدہ ہوا پھر شرارت سے دونوں کی آنکھوں میں جھانکا۔

''ویسے محترمہ دیکھنے میں کیسی تھیں؟'' چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہاتھ سے سوالیہ اشارہ کیا تو ارسل اور زید بے ساختہ ہنس دیے۔

☆☆☆

''عدن عدن، یار گڈ نیوز۔'' رومیہ نے کینٹین

میں عدن کو مسرت سے جھنجوڑا۔ دھپ سے اس کے سامنے بیٹھی، چہرہ جوش جذبات سے تمتما رہا تھا۔

''کیا مسئلہ ہے کیوں اتنی پاگل ہو رہی ہو؟'' عدن نے اسے گھورا۔

''یار بات ہی پاگل کرنے والی ہے۔'' وہ بہت پر جوش تھی۔

''وہ میرے مامے کا پتر ہماری یونی آیا ہے۔''

''کیا مطلب؟'' عدن حیران ہوئی۔

''مطلب کہ اس روز وہ لڑکا۔'' اس نے ہاتھ سے فضا میں اشارہ کیا۔ ''ملا تھا نا ہمیں اس کا نام زید ہے اور وہ ہماری یونی میں مائیگریٹ ہو کر آیا ہے۔''

''تو میں کیا کروں؟'' عدن نے خفگی سے سر جھٹکا۔

''تمہیں خوشی نہیں ہوئی میرے ماموں کے بیٹے کی یہاں موجودگی سے؟'' رومیہ کو صدمہ ہوا۔

''بکواس نہیں۔'' عدن نے اسے گھورا۔

''ہائے ظالم میں تو مر رہی ہوں، ماموں کے بیٹے سے ملنے کے لیے۔''

''رومیہ!'' عدن اسے تنبیہ کرتے اٹھی۔

''او کے او کے سوری!'' رومیہ بھی اس کے پیچھے لپکی۔ کینٹین سے باہر آتے ہی پہلا سامنا زید سے ہی ہوا تھا۔ ارسل نے بے ساختہ مسکراہٹ چھپانے کے لیے تھوڑا سا رخ موڑ لیا۔ عدن کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ جبکہ زید کا چہرہ بھی سرخ ہو گیا۔

''محتاط رہنا کیونکہ میں اپنی بے عزتی بھلاتا نہیں ہوں۔ اسی لیے وارن کر رہا ہوں۔''

''مجھے اپنی رعایا سمجھ کر دھمکانے کی کوشش نہیں کریں محترم'' عدن کون سا کم تھی۔

''ریلیکس بھئی اب آپ لوگ بچوں کی طرح شروع مت ہو جائیں۔''

ارسل نے بیچ بچاؤ کروانا چاہا۔

''سمجھنے کی ضرورت آپ کے دوست کو ہے جو سب کو اپنی رعایا سمجھنے کی خوش فہمی میں مبتلا ہیں۔''

''میم پلیز! اب آپ زیادتی کر رہی ہیں۔'' ارسل نے زید کا سرخ پڑتا چہرہ دیکھتے ہوئے احتجاج کیا۔

''بولنے دو ارسل! میں بھی تو دیکھوں محترمہ کہاں تک بول سکتی ہیں۔''

''میں آپ جیسے لوگوں کے منہ لگنا پسند نہیں کرتی۔'' اس بار لہجے میں موجود حقارت نے ارسل اور زید کے ساتھ رومیہ کے چہرے کو بھی سرخ کر دیا۔

''عدن! تم ہوش میں رہ کر بات کرو۔'' رومیہ نے بے ساختہ ٹوکا۔

''میں ہوش میں ہی ہوں اور بد دماغ مغرور لوگوں کے حواس بھی ٹھکانے لگانا جانتی ہوں۔''

''بہت ہو گیا۔ بہت بول لیا آپ نے۔'' زید ہاتھ اٹھا کر اسے چپ کروایا۔ ''یاد رکھنا آئندہ اگر ایسے لہجے میں مجھ سے بات کی تو میں تمہارے لڑکی ہونے کا بھی لحاظ نہیں کروں گا۔''

''اور جب میں لحاظ کرنے کی غرضی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں تو بے شک مت کیجیے گا کیونکہ میں آپ جیسے لوگوں کو جوتے کی نوک پر رکھتی ہوں۔''

اس بار اس کے لہجے میں غرور کا عنصر نمایاں تھا شاید وہ بھول چکی تھی کہ غرور کا سر نیچا ہوتا ہے تو اب اس کا غرور اسے زید کے سامنے کیسے جھکانے والا تھا اس کا فیصلہ بھی بہت جلد ہونے والا تھا۔

☆☆☆

گوٹھ سہراب کے نام سے مشہور یہ گاؤں جس کے اطراف سرسبز کھیت، آموں، کینو اور امرود کے باغات تھے۔ گاؤں کی مشرقی جانب چوہدری حیات کی حویلی تھی جس میں ان کے بیٹے، سفیان، عارف اور فیروز رہائش پذیر تھے۔ چوہدری حیات اور ان کی بیگم کا عرصہ قبل انتقال ہو چکا تھا اب حویلی میں عارف چوہدری اپنی دو بیٹیوں اور سفیان تین

بیٹیوں کے ساتھ رہائش پذیر تھے جبکہ فیروز کا ایک ہی بیٹا تھا۔ گوٹھ سہراب کے مغربی جانب چوہدری بلال کی حویلی تھی جس میں وہ اپنے تین شادی شدہ بیٹوں اور بیٹی کے ساتھ رہائش پذیر تھے ایک گاؤں میں رہنے اور ایک ہی ذات سے تعلق کے باوجود دونوں خاندانوں میں پچھلے تیئس سالوں سے اختلافات چل رہے تھے۔ فیروز کے لیے چوہدری بلال کی بہن کے رشتہ سے انکار کی صورت میں چلنے والی مخالفت اس قدر شدید ہو چکی تھی کہ دونوں خاندان ایک دوسرے کے نام سننے کے بھی روادار نہ تھے۔

اس گاؤں میں ہر سال بیل ریس کا مقابلہ ہوتا تھا جس میں آس پاس کے گاؤں سے بھی لوگ شریک ہوتے تھے مگر نگاہیں دونوں چوہدریوں کے بیلوں پر ٹکی ہوئی تھیں موجودہ سیال ریس چوہدری بلال کے بیل پہلوان کے نام رہی تھی۔ جیت کی خوشی میں کی گئی فائرنگ کی زد میں آ کر عارف چوہدری کا پندرہ سالہ بیٹا سیف جاں بحق ہو گیا تھا۔

چوہدری عارف نے دیت لینے سے انکار کر دیا کہ پیسے کی کمی نہ تھی۔ اگر عارف اپنے جانے والے بیٹے کو روئے گا تو رونا بلال چوہدری کو بھی پڑے گا اپنی زندہ بیٹی کے لیے، چوہدری بلال کی آنا کانی پر انہوں نے دوٹوک کہہ دیا۔

"ٹھیک ہے بیٹی نہیں دینی تو بیٹا دے دو تاکہ اسے اپنے ہاتھوں سے گولی مار کر خون کا بدلہ لے لوں۔"

اور یہاں چوہدری بلال ہار گئے کہ اس صورت بیٹی زندہ تو رہے گی اور یوں درعدن بلال کو آناً فاناً بلا کر دو کپڑوں میں چوہدری عارف کی حویلی رخصت کر دیا گیا۔ سب کچھ اتنا اچانک ہوا تھا کہ عدن کا دماغ ماؤف ہو گیا۔ زید اور ارسل اسے بھابھی کے روپ میں دیکھ کر فوراً واپس چلے گئے تھے۔ وجہ یہ نہ تھی کہ انہیں اس سے نفرت تھی بلکہ وہ اس لڑکی کا جھکا سر نہیں دیکھ سکتے تھے۔

گھر آتے ہی جب اسے تائی کے سامنے کھڑا کیا گیا تو انہوں نے پوری قوت سے اسے تھپڑ دے مارا وہ گر گئی۔ صفیہ تائی نے اسے بالوں سے گھسیٹ کر دوبارہ سامنے کھڑا کیا۔ عابدہ نے کچھ کہنا چاہا مگر کچھ سوچ کر لب بھینچ لیے اس وقت مرد حضرات گھر میں نہیں تھے۔

"بھابھی پلیز۔" عابدہ نے عدن کے نرم و نازک گالوں پر انگلیوں کا نشان دیکھتے انہیں روکنا چاہا "تم مت بولو عابدہ! یہ میرے بیٹے کے قاتلوں کی بیٹی ہے۔ اسے تکلیف ہو گی تو وہ بھی تڑپیں گے جیسے میری مامتا تڑپتی ہے۔" انہوں نے عدن کی چوٹی کو جھٹکا تو وہ بلبلا کر رہ گئی۔ اس کی ازلی ضد اور غصہ عود کر آیا۔ تو صفیہ کے ہاتھ ایک دم جھٹکے۔

"آپ میرے ساتھ ایسا سلوک ہرگز نہیں کر سکتیں۔ ایک لمحے کے لیے تو دونوں خواتین اس کی جرات پر ہکا بکا رہ گئیں۔

"اگر آپ نے آئندہ میرے ساتھ ایسا سلوک کرنے کی کوشش کی تو پھر دیکھیے گا۔ میں کوئی کمی کمین نہیں ہوں جسے آپ ٹارچر کریں۔"

"ورنہ کیا کر لو گی تم؟" صفیہ غرائیں۔

"یہ تو آپ کو وقت ہی بتائے گا۔" اس کا انداز چیلنجنگ تھا۔

"وقت کو چھوڑو تم مجھے ابھی بتاؤ کیا کر لو گی تم؟" انہوں نے اسے جھنجھوڑا۔ پھر ایک جھٹکے سے چھوڑ کر رضیہ کو پکارا جو اگلے ہی پل حاضر ہو گئی۔

"جی بی بی!"

"لے جاؤ۔ اسے اور کام پر لگاؤ اپنے ساتھ رہے گی بھی تمہارے ہی ساتھ۔" عدن بھی جانے کیا سوچ کر چپ رہ گئی، وہ رضیہ کے ساتھ جو تقریباً اس کی ہم عمر تھی اور حویلی کی کل وقتی ملازمہ تھی اس کے ماں باپ کا انتقال ہو چکا تھا۔ حویلی کی پچھلی جانب اس کا کمرہ تھا جہاں کنواں اور انواع واقسام کے

پودے تھے۔ پانچ روز اس نے بنا چوں چراں کیے تمام کام رضیہ کے ساتھ سرانجام دیے اس نے کبھی کسی کام کو ہاتھ نہیں لگایا تھا اپنی حویلی میں اور اب جب کر رہی تھی تو ہاتھوں پر آبلے پڑ گئے۔ پانچویں دن گیارہ بجے وہ اڑیل گھوڑی کی طرح تائی کے سامنے کھڑی تھی۔ رضیہ کا خستہ سا سرمئی سوٹ پہنے الجھے بال، بے رونق چہرہ۔

"مجھ سے نہیں ہوتے یہ سب کام۔" اس کے انداز پر عابدہ نے مسکراہٹ چھپانے کے لیے بے ساختہ چہرہ جھکا لیا۔ تب ہی فیروز چاچو وہیل چیئر پر ادھر آئے عدن انہیں دیکھ کر نروس ہوئی کہ بہرحال حویلی میں اس کا آج پہلی بار سامنا ہوا تھا کسی مرد سے۔"

"کیا بات ہے؟" انہوں نے رسانیت سے پوچھا۔ بادامی شلوار سوٹ میں ملبوس باوقار سے وہ بہت وجیہہ انسان تھے البتہ ان کی معذوری نے عدن کو ایک پل کے لیے ساکت کر دیا۔ پھر سر کو نفی میں جنبش دی۔

"کچھ تو ہے، ابھی کچھ کہہ رہی تھیں آپ؟" انہوں نے اسی نرمی سے پوچھا تو عدن نے ان کی طرف دیکھا تو جانے کیوں اسے لگا وہ چہرہ پہلے بھی کہیں دیکھ چکی ہے۔ خیال کو جھٹکتے اس نے اپنے ہاتھ ان کے سامنے پھیلایا۔

"مجھ سے گھر کے کام نہیں ہوتے اور تائی جان......"

"بکواس بند کرو۔" صفیہ چلائیں۔ "میں کوئی تائی نہیں ہوں تمہاری اور نہ ہی تمہارا کوئی رشتہ ہم سے۔ اس گھر میں سب تمہارے لیے صاحب اور بی بی کا درجہ رکھتے ہیں۔ آئندہ ایسی غلطی مت کرنا۔"

"بھابھی پلیز۔" فیروز صاحب نے اس کی گلابی نرم ہتھیلیوں پر آبلے دیکھتے افسوس سے کہا۔

"تم مت بھولو فیروز! یہ میری مجرم ہے۔ میرے بیٹے کے قاتلوں کی بیٹی تو اسے سزا دینے کا حق بھی میرا ہے اور جب سکندر کو کوئی اعتراض نہیں تو تم کیوں اس معاملے میں بول رہے ہو۔" فیروز حیران رہ گئے اور بے ساختہ پلٹے مگر سکندر کا نام سنتے درعدن جھٹکے سے پلٹ کر دہلیز پھلانگ گئی۔

عدن کا ضدی پن عود کر آیا۔ وہ دھپ سے برآمدے کی سیڑھیوں پر بیٹھی۔ "کیوں؟ جب میں نے کوئی جرم ہی نہیں کیا تو سزا کیوں بھگتوں؟ میں بھی دیکھتی ہوں کیا کر لیتی ہیں بڑی بی بی۔"

وہ جھٹکے سے اٹھ کر کچن میں آئی جہاں رضیہ برتن دھو رہی تھی، ٹھنڈے پانی کا گلاس پیتے ہوئے اس نے رضیہ کو پکارا۔ موجودہ حیثیت کے باوجود اس کے لہجے اور انداز میں مالکانہ استحقاق تھا۔ رضیہ فوراً متوجہ ہوئی۔

"جی بی بی۔"

"وہ تمہارے صاحب کہاں ہوتے ہیں؟" نجانے وہ سکندر کا نام لیتے ہوئے کیوں جھجک گئی تھی۔

"کون سے صاحب بی بی؟" اس سے قبل کہ وہ کچھ بتاتی۔ صفیہ نے اسے پکار لیا۔ عدن نے بے جان ٹانگوں سے فرش پر بیٹھتے ہوئے گھٹنوں پر چہرہ ٹکائے تھکان سے پلکیں موندیں تو چھم سے ایک دلکش چہرہ نگاہوں کے سامنے آ گیا۔ اس نے گھبرا کر آنکھیں کھولیں تب ہی رضیہ واپس آ گئی۔

"توبہ احمد صاحب کے غصے سے تو اللہ ہی بچائے۔"

"کون احمد؟" عدن جھٹکے سے اٹھی۔

"چھوٹے صاحب اور کون؟" وہ نروٹھے پن سے بولی۔ "جتنے اچھے ہیں اتنے غصے والے بھی ہیں۔"

"میں آج کچھ بھی نہیں کروں گی رضیہ۔"

"ٹھیک ہے بی بی! میں کر لوں گی۔"

"تمہارے پاس کپڑے ہوں گے رضیہ؟ دراصل مجھے شاور لینا ہے۔"

"ہاں جی بالکل ہیں بلکہ ٹرنک میں پڑے ہیں نئے کپڑے پچھلے دنوں ہی احمد صاحب نے دلائے

تھے۔ میں نے نہیں پہنے آپ پہن لیں۔"

"تم نے کیوں نہیں پہنے؟"

"قیمتی ہیں ناجی اس لیے۔ قیمتی لباس تو مالکوں کے لیے ہوتے ہیں۔"

"ایسے نہیں کہتے رضیہ! صاحب نے دلائے ہیں تو تم کو پہننے چاہیے تھے۔ وہ کتنے پیار سے لائے ہوں گے۔" عدن نے نرمی سے سمجھایا تو وہ مسکرادی۔

"آپ بھی بالکل صاحب جیسی باتیں کرتی ہیں بی بی، مالک ہیں جی آپ لوگ۔"

"اگر تم غور کرو تو میں مالک نہیں ملازمہ ہی ہوں تمہارے ساتھ رہتی ہوں، نیچے سوتی ہوں اور تمہارے ہی کپڑے پہن رہی ہوں۔ تو مالک کیسے ہوئی؟"

"یہ تو جی ابھی بی بی صاحبہ کو غصہ ہے اسی لیے۔ جب ان کا غصہ اتر جائے گا تو آپ مالکن بن جائیں گی۔" رضیہ پُریقین تھی۔

وہ تھکے تھکے قدموں سے کوارٹر کی طرف بڑھ گئی۔ دوبارہ وہ حویلی نہیں گئی۔

شام ڈھلے اس نے کھڑکی کھولی جہاں سے حویلی کا پچھلا صحن صاف نظر آتا تھا۔ سرسبز لان، کنواں اور پھولوں کی بہتات تھی۔ آج وہ شخص جانے کیوں بھلائے نہیں بھول رہا تھا۔ بار بار اس کا چہرہ نگاہوں کے سامنے آرہا تھا جسے وہ بار بار جھٹک رہی تھی۔

اس نے تھک کر کھڑکی میں نصب سلاخوں پر پیشانی ٹکائی چند لمحوں بعد کسی عجیب احساس کے تحت نگاہ اٹھائی تو ششدر رہ گئی۔ سرمئی کاٹن کے شلوار سوٹ میں ملبوس وہ شخص اسے اپنا وہم ہی تو لگا تھا۔ بار بار پلکیں جھپکنے کے باوجود بھی وہ نگاہوں کے سامنے جوں کا توں موجود رہا تو اس نے بے ساختہ دونوں ہاتھ سختی سے لبوں پر جمالیے۔ وہ واقعی احمد ہی تھا۔ پھولوں کے جھنڈ کے پاس کان میں ہینڈ فری پھنسائے ــــ وہ کچھ سن رہا تھا یا کسی سے بات کر رہا تھا۔ تب ہی اس نے رضیہ کو اس کی طرف جاتے دیکھا۔ نجانے وہ کیا بات کر رہے تھے پھر وہ پلٹ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

عدن تیزی سے حویلی کی طرف گئی نہایت دل جمعی سے بنا کوئی غلطی کیے رضیہ کے ساتھ کاموں میں ہاتھ بٹایا۔ لبوں پر دھیمی سی مسکان کھیلتی رہی۔

"حویلی میں تو جی صرف دونوں بیگم صاحبہ ہی ہوتی ہیں۔ بڑے صاحب اپنے کاموں پر ہوتے ہیں (عارف) وہ سرپنچ ہیں ناں اپنے گاؤں اور اردگرد کے بارہ گاؤں کے تو اسی لیے گھر بہت کم آتے ہیں۔ سکندر صاحب بھی ان ہی کے ساتھ مصروف ہوتے ہیں جب کہ چھوٹے صاحب شہر میں رہتے ہیں۔" رضیہ مسلسل بولتے اسے آگاہ کرتی رہی۔

آج عدن کو اس کا بلاوجہ بولنا برا نہیں لگ رہا تھا۔ وہ چپ چاپ اس کی بتائی تفصیل سنتی رہی کھانے کی میز پر اس نے صفیہ تائی سے اپنی صبح والی بدتمیزی پر معذرت کی اور اپنی موجودہ حیثیت بطور ملازمہ قبول کرلی۔ ایک شخص کی موجودگی نے اس کے باغیانہ انداز ، اکھڑ پن کو۔ دبادیا تھا۔

وہ اس حویلی کا مکین تھا عدن اس سے جڑے رشتوں کے درمیان موجود تھی۔ وہ شخص اسی حویلی میں پلا بڑھا تھا۔ یہ اس کی خوش نصیبی نہیں تو اور کیا ہے کہ وہ اب اس کی نگاہوں کے سامنے ہوگا۔

رات جب وہ رضیہ کے پاس سونے کے لیے لیٹی تو آنکھیں بند کرتے ہی چھم سے وہ نگاہوں کے سامنے آ گیا تو ــــــــ وہ پل پوری جزئیات سمیت در آئے

"رضیہ!" چند لمحوں بعد اس نے آنکھیں کھولتے ہوئے دھیمے سے پکارا۔

"جی بی بی!"

"یہ جو احمد صاحب ہیں، کیا کرتے ہیں؟" اس نے کروٹ بدل کر رضیہ کو دیکھا جس نے بے یقینی سے عدن کو دیکھا تھا۔

"کیا کرتے ہیں مطلب بی بی صاحبہ! شام کو بتایا تو تھا۔" وہ حیران اور بے یقین تھی۔ اس کی اتنی لمبی تقریر کا شاید ایک لفظ بھی عدن نے نہیں سنا تھا۔

"تو دوبارہ بتادو ناں، وہ کیا کرتے ہیں؟" عدن کو قدرے شرمندگی محسوس ہوئی۔

"شہر میں ہوتے ہیں جی پڑھاتے ہیں وہاں، بچوں کو جو بول اور سن نہیں سکتے۔"

"اسپیشل بچوں کو؟" عدن متاثر ہوئی۔ "واؤ۔"

"ان کے ایک اور بھائی بھی ہیں۔" رضیہ نے پھر سے اسے آگاہ کرنا چاہا۔ "ارقم نام ہے ان کا۔ اپنی ماں کے پاس ہیں تھوڑے دنوں تک آجائیں گے۔" عدن حیران ہوئی، حویلی میں کتنے لوگ تھے جنہیں وہ نہیں جانتی تھی۔

"ارقم اور اماں کے پاس۔ کیا مطلب ہے تمہارا رضیہ؟"

"وہ ارقم صاحب فیروز صاحب کے پتر ہیں جب ان کی ٹانگیں کٹی تھیں ناں تب ان کی بیوی نے طلاق لے لی۔ شہری کڑی تھی اب ارقم صاحب ہر ہفتے وہاں ماں سے ملنے جاتے ہیں۔ اس بار کچھ زیادہ عرصہ ہی رہ گئے ہیں۔" رضیہ نے تفصیل سے جواب دیا۔

"اس کی عمر کتنی ہے؟" عدن نے دلچسپی سے پوچھا۔

"بارہ یا تیرہ سال کے ہوں گے۔"

"تو صاحب کھانے کے وقت کیوں نہیں آئے تھے؟"

"وہ تو جی شام کو ہی چلے گئے تھے۔ کسی کام سے آئے تھے۔"

"اوہ۔" اسے مایوسی ہوئی پھر کچھ یاد آنے پر رضیہ کی طرف دیکھا۔ "صاحب تمہیں اشارے سے کیا دکھا رہے تھے؟" اس بار رضیہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھی تھی۔ اس نے حیرت سے عدن کی طرف دیکھا تھا۔

"دکھا نہیں رہے تھے بی بی بتا رہے تھے کہ وہ ڈیرے سے ہوتے ہوئے شہر چلے جائیں گے۔ بی بی صاحبہ کو بتادوں۔"

"مگر وہ بول تو نہیں رہے تھے، میں نے دیکھا تھا ان کے لب خاموش تھے۔" عدن حیران ہوئی۔

"بی بی آپ کو نہیں پتا؟" رضیہ اس سے زیادہ حیران تھی۔

"کیا نہیں پتا؟" عدن بھی اٹھ بیٹھی۔

"یہی کہ احمد صاحب بول نہیں سکتے۔"

"کک...... کیا کہہ رہی ہو؟" اس نے تیزی سے نم ہوتی آنکھوں کو پونچھا۔

"ہاں جی وہ بول نہیں سکتے، اشاروں سے بات کرتے ہیں اور جو اشارے نہیں سمجھتے، انہیں لکھ کر بتادیتے۔ مجھے تو بڑی اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے ان کی بات۔"

رضیہ فخریہ بتارہی تھی۔ عدن نے لیٹ کر اس کی طرف سے کروٹ لے لی کہ تیزی سے بہتے اشک اس کے دل کی کیفیت عیاں کر رہے تھے، رضیہ چونکی۔

"کیا ہوا بی بی؟"

"مجھے نیند آرہی ہے۔" گرلاتا ــــ لہجہ رضیہ ساکت رہ گئی۔

"آپ رو رہی ہیں؟" اس نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا اور وہ روتی رہی۔ یہ حقیقت اس کے دل پر قیامت بن کر ٹوٹی تھی۔ عجیب نہ تھا کہ دل شدت سے غم سے پھٹ جاتا۔ ضبط کی انتہا کو چھوتے وہ جھٹکے سے اٹھ کر رضیہ کے گلے لگ کر بلک اٹھی۔ رضیہ ساکت رہ گئی۔ وہ لڑکی تھی اور اس کا غم لمحے میں سمجھ گئی تھی۔

وہ جو صبح حویلی سے نکلی تھی، ضد اور غصے سے بڑی بیگم صاحبہ کو بنا ڈرے سنا آئی تھی۔ کیوں سرشام چہکتی ہوئی واپس آئی تھی جس کے چہرے کو الوہی سی چمک نے روشن کر رکھا تھا۔ وہ احمد نام کو اتنی محبت سے کیوں پکار رہی تھی اور اب وہ اس کے گویائی سے محرومی کا سن کر یوں پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی گویا ابھی کسی عزیز کی موت ہوئی ہو، رضیہ نے نرمی سے

اس کے گرد حصار کھینچا۔

☆☆☆

"سیریسلی۔" احمد نے حیرت و بے یقینی سے ارسل اور زید کی طرف دیکھا۔

"بالکل۔" ارسل نے حلفیہ انداز میں ہاتھ اٹھائے پچھلی بار احمد کے چہرے کے بھرپور تاثرات کے باعث انہوں نے عدن سے ملاقات سنسر کر کے سنائی تھی۔

"اف۔" اس کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری۔ بچپن کا ساتھ تھا، وہ اس کے تمام اشارے بخوبی سمجھ جاتے تھے۔

"آئی لو ہر۔" اس نے مصنوعی آہ بھرتے ہاتھ پیچھے باندھتے کرسی کی پشت سے کمر ٹکائی۔

"تم سنجیدہ ہو؟" ارسل نے بے یقینی سے پوچھا۔

"ہاں بالکل، کاش وہ میرے سامنے آجائے تو۔"

اس بار وہ سنجیدہ ہوا تو دونوں چونکے۔ اب وہ اشاروں کے بجائے چند جملے لکھ کر ان کے سامنے کر چکا تھا۔

"اگر وہ میرے سامنے آجائے تو اپنے بھائی کی بے عزتی کے بدلے میں لمحہ ضائع کیے بنا اسے شوٹ کر دوں گا۔" دونوں نے بے یقینی سے اس کا سرخ پڑتا چہرہ دیکھا۔

"ریلیکس یار! ہم لوگ تو مذاق کر رہے تھے۔" زید سنبھلا۔ "بھلا کوئی لڑکی اتنی جرأت کر سکتی ہے کہ اتنے ہینڈسم لڑکے کی انسلٹ کرے؟"

"تم مجھے بہلا نہیں سکتے۔ کل آرہا ہوں میں تمہاری یونی۔"

اس کا انداز دو ٹوک تھا۔ زید اور ارسل کے پسینے چھوٹ گئے مگر وہ کل کبھی نہیں آئی تھی۔ گزرے تین ماہ میں ان کی زندگیاں اس حد تک بدل چکی تھیں کہ وہ بھول چکا تھا۔ اس نے کبھی کسی لڑکی کے لیے کچھ کہا بھی تھا۔

☆☆☆

ان دنوں حویلی میں خاصی چہل تھی کہ زید اور ارسل گاؤں آئے ہوئے تھے اور وہ زید کے ظرف پر حیران تھی۔ اس کے اتنے انسلٹنگ رویے کے باوجود وہ نہ صرف اسے معاف کر چکا تھا بلکہ اس کی خاطر اپنے بھائی کے سامنے بھی کھڑا ہوا تھا۔ اس حویلی میں زید اور فیروز ایسے وجود تھے جن کی وہ دل سے بہت عزت کرتی تھی۔

تین ماہ قبل والی عدن بلال جس کا وقار اور شاہانہ انداز شاہ زادیوں سا تھا اب اس کی حالت کسی بھکاری سے کم نہ تھی۔ جس کا کاسہ فقط اک نگاہ الفت کا پیاسا تھا اور وہ تھا کہ اس کی طرف دیکھتا ہی نہ تھا۔

"میں نے تو کبھی کسی کا برا نہیں چاہا تو یہ سب میرے ساتھ کیوں ہو رہا ہے؟" وہ روز اللہ سے یہ سوال کرتی تھی۔ "یا اللہ میری آزمائش ختم کر دے، احمد کو میرے دل سے نکال دے۔ میرا دل بدل دے، تو قادر ہے، تو کر سکتا ہے۔"

ہر رات سونے سے قبل وہ یہی دعا مانگتی اور ہر صبح اس کی ابتدا ایک ہی دعا سے ہوتی۔

"یا اللہ آج وہ شخص حویلی آجائے۔" کلف لگی اس مغرور لڑکی کو محبت نے اس حد تک بدل ڈالا تھا کہ اس کی ذات کہیں گم ہو کر رہ گئی تھی۔ اب صرف ایک حقیقت تھی کہ وہ احمد کے پیارے رشتوں کی مرضی کے مطابق موم کی مانند ان کی منشا کے پیش نظر ڈھلتی جا رہی تھی۔ وہ یہ تک فراموش کر چکی تھی کہ اس کا سکندر نامی کسی شخص سے کوئی تعلق بھی ہے۔

گیے دنوں کی عزیز باتیں
نگار صبحیں، گلاب راتیں
بساط دل بھی عجیب شے ہے
ہزار جیتیں، ہزار ماتیں
جدائیوں کی ہوائیں لمحوں کی
خشک مٹی اڑا رہی ہیں
گئی رتوں کا ملال کب تک
چلو کہ شاخیں ٹوٹتی ہیں
چلو کہ قبروں پر خون رونے سے
اپنی ہی آنکھیں پھوٹتی ہیں

صبح جب وہ کسی کام سے حویلی کی پچھلی طرف آئی تو قدم ٹھٹک کر ساکت ہو گئے۔ صبح کی پرنور ساعتوں میں اس ——— شخص کو دیکھنا کس قدر دلفریب تھا۔ ٹانگیں کنویں میں لٹکائے، وہ منڈیر پر بیٹھا تھا۔ کان میں بلیوٹوتھ تھا (وہ اس کا آلہ سماعت تھا)۔ وہ نہ جانے کب تک اس کی پشت پر نگاہیں جمائے کھڑی رہتی، جب اس نے اچانک اس کی طرف دیکھا تو وہ چونک کر اس کی طرف بڑھی۔ احمد نے بغور اسے دیکھا سرخ اور مہندی رنگ کی لانگ شرٹ جس کی آستینیں شیفون کی تھیں اور دوپٹہ بھی (یہ سوٹ وہی لایا تھا)۔

"السلام علیکم صاحب!" سر کے اشارے سے جواب دیا گیا، پھر وہ منڈیر سے اتر کر اس کے روبرو کھڑا ہوا۔

"آپ ناشتے میں کیا لیں گے؟" احمد نے بغور اس کا انداز دیکھا، تو کچھ سوچنے پر مجبور ہوا۔ وہ کیوں اس کے سامنے بے خود ہو جاتی ہے کہ نظر اٹھاتی ہے تو پلک جھپکنا بھول جاتی ہے اور جب حواس میں لوٹ کر نگاہ جھکاتی ہے تو اٹھانا بھول جاتی ہے۔ کہیں جو وہ سمجھ رہا ہے وہ حقیقت تو نہیں؟ عدن نے نگاہ اٹھائی پھر فوراً جھکا لی کہ وہ اس کی طرف متوجہ تھا۔

"آپ بتا دیں کیا لیں گے؟" وہ روہانسی ہوئی۔ گھر میں سب کی پسند اسے معلوم تھی سوائے اس شخص کے۔ اس نے گہری سانس لیتے سر کو نفی میں جنبش دی اور قدم حویلی کی طرف بڑھائے۔

"صاحب پلیز بتائیں نا، کیا پسند ہے آپ کو کھانے میں؟" وہ بھاگ کر اس کے پیچھے لپکی، وہ ایک دم پلٹا تو عدن سے ٹکراتے ٹکراتے بچا، جھنجلا کر اس بے وقوف لڑکی کو دیکھا۔

"کیا مسئلہ ہے؟ کچھ نہیں کھانا مجھے۔" تیزی سے موبائل پر ٹائپ کرتے سامنے کیا۔

"آپ مجھے اشارے سے بتا سکتے ہیں۔ لکھنا ضروری نہیں۔ میں سمجھ لوں گی۔" نہ جانے اس نے کس زعم میں کہا۔

"واقعی؟" استہزائیہ ابرو اٹھاتے گویا عدن کو چیلنج کیا۔

"آپ کو یقین نہیں ہے میری بات کا؟" وہ جوش میں آئی۔ "ٹھیک ہے، آپ کچھ کہیں پھر میں بتاتی ہوں۔ آپ نے کیا کہا؟"

احمد سینے پر بازو لپیٹے پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوا تو اس کی پلکیں جھپک گئیں۔ اس نے بغور ان سرخ ہوتے عارض اور لرزتی پلکوں کو دیکھا۔

"میری طرف دیکھو۔ یوں سر جھکا کر تم کیا سمجھ سکو گی۔ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ بات سمجھنے کے لیے میری طرف دیکھنا ضروری ہے۔" تیزی سے ٹائپ کرتے عدن کے سامنے کیا تو اس نے نگاہ اٹھا۔

"اف۔" اس چہرے کی طرف دیکھنا کسی امتحان سے کم تھوڑا ہی تھا اس کے لیے۔ اس نے انگلی سے اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا پھر اس کے دو رنگوں کے دل کش دوپٹے کی طرف۔ انگلی انگوٹھے کی مدد سے نوٹ گننے کا سائن پھر دائیں ہاتھ سے اپنے چہرے کو فوکس کرتے شہادت کی انگلی اور انگوٹھے کو راؤنڈ کیا (تم نے میرا دلایا سوٹ پہن رکھا ہے اور اچھی لگ رہی ہو)۔

پچھلی طرف آتی رضیہ نے اس منظر کو دلچسپی سے دیکھا۔ وہ عابدہ کے کہنے پر اسے بلانے آئی تھی، معلوم نہیں تھا کہ عدن اس وقت یہاں ہو گی۔

"میں سمجھ گئی۔ میرا دوپٹہ اچھا ہے ناں؟" عدن کا چہرہ تمتمایا مگر وہ تاسف سے سر جھٹکتا آگے بڑھ گیا جب کہ رضیہ ہنس پڑی۔ وہ بخوبی سمجھ چکی تھی۔ کہنے والا کیا کہہ گیا ہے، عدن نے اسے گھورا۔

"آجائیں بی بی! سب لوگ ناشتے کے لیے بیٹھ گئے ہیں۔" عدن کو شبہ ہوا۔ رضیہ کی سمجھ میں احمد کی بات آگئی ہے، اس نے پوچھا مگر رضیہ ٹال گئی۔

☆☆☆

تیئس برس بعد سفینہ پھوپھو اپنی دو بیٹیوں اور

شوہر کے ہمراہ حویلی آئی تھیں۔ اتنے برسوں بعد عارف صاحب کا غصہ بھی ختم ہو ہی گیا تھا جب کہ عدن سکندر، رومیہ کو دیکھ کر حیران تھی۔ کانوں میں ایک جملہ متواتر سے گونج رہ تھا۔

''زید میرے ماموں کا بیٹا ہے۔'' گویا وہ سچ کہتی تھی جب کہ عدن اسے مذاق سمجھی تھی۔

''میں تمہیں بتا نہیں سکتی۔ میں تمہیں دیکھ کر کس قدر ایکسائٹڈ ہوں۔''

رومیہ، عدن کے دونوں ہاتھ تھامے نان اسٹاپ بول رہی تھی جب کہ وہ مسکراتے ہوئے رومی کی بے سروپا باتوں کو سن رہی تھی ''پہلی بار اپنے ماموں اور کزنز سے مل کر بہت خوشی ہو رہی ہے۔ جنہیں صرف تصویروں میں دیکھا تھا۔'' رومیہ کی آنکھیں نم تھیں۔

''یہ سب سکندر بھائی کی وجہ سے ممکن ہوا ہے، انہوں نے ماموں کو منایا۔ عدن تم بہت لکی ہو چاہے جیسے حالات ہی سہی مگر تم ان کی بیوی ہو۔ اگر میری زندگی میں کسی اور کے لیے گنجائش ہوتی تو میں سکندر کو تم سے چھین لیتی۔'' عدن جو حیرت سے اس کی خوشی دیکھ رہی تھی، آخری بات پر چونکی۔

''کسی اور کی گنجائش مطلب تم نے مجھ سے کچھ چھپایا۔'' رومی ہنس دی۔

''سوری۔ میں بتانے والی تھی مگر وہ حادثہ ہو گیا۔'' وہ سنجیدہ ہوئی۔

''تم ٹھیک تو ہو عدن؟'' اس نے عدن کی کملائی رنگت اور پھیکا سا چہرہ دیکھتے تشویش سے پوچھا۔

''ہاں میں ٹھیک ہوں۔''

''اور یہاں خوش ہو؟'' رومیہ نے کھوجا۔

''ہاں، بہت خوش ہوں۔'' عدن نے مسکراتے ہوئے دل سے کہا۔

''تم بہت بدل گئی ہو عدن۔'' رومیہ نے اس کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

''وقت کے ساتھ لوگ بدل ہی جاتے ہیں رومی اور جو نہ بدلیں۔ قسمت انہیں بے رحمی سے بدل دیتی ہے۔'' عدن نے یاسیت سے کہا۔

''دو ہی جذبے انسان کو بدلنے پر قادر ہوتے ہیں عدن! نفرت یا محبت۔ اب تم بتاؤ۔ موجودہ حالات کے پیش نظر تم نفرت سے بدلی ہو یا محبت سے۔'' عدن اس کے اندازے پر ہکا بکا رہ گئی مگر اس سے قبل کہ وہ کچھ بولتی، ارسل نے رومیہ کو پکار لیا۔ وہ اگلے ہفتے آنے کا عہد دے کر اٹھی تھی جب کہ عدن کے دل کو پنکھ لگ گئے تھے۔

اسے رومیہ کا احمد کی فائل کھولنا پھر اسے فرینڈ ریکوسٹ بھیجنا اور اب اعتراف ہولا رہا تھا، اس کا دل ڈوب رہا تھا۔ کاش رومیہ دوبارہ یہاں کبھی نہ آئے۔

☆☆☆

کوئی نظر بھی اٹھائے اس پر تو یہ دل دھڑک جاتا ہے
میں اس شخص کو چاہتا ہوں آبرو کی طرح''

ان دنوں حالات نے ایک دم سے گویا پلٹا کھایا تھا کیونکہ نامہرباں چہرے جن میں سرفہرست تائی تھیں۔ عدن پر مہربان نظر آ رہی تھیں اور وہ جو ہمیشہ اس کے لیے آسانیاں ڈھونڈتے تھے لاتعلق نظر آ رہے تھے جن میں زید، ارسل اور فیروز چاچو شامل تھے۔ انہیں اپنے ہر کام کے لیے عدن کی ضرورت ہوتی اگر وہ کھانا بناتی تو کوئی نقص نکالتے، اگر کسی کام میں معمولی سی دیر ہو جاتی تو بلا جھجک جھڑک بھی دیتے۔ تائی اور عابدہ حیرت سے ان کے بدلے ہوئے انداز نوٹ کر رہی تھیں۔ آخر کیا ہو گیا تھا ان تینوں کو جو یوں اچانک بدل گئے تھے۔

اس روز صبح پراٹھے بناتے عدن کے ہاتھ کی پشت اور ہتھیلی پر گرم تیل گرنے سے آبلے پڑ گئے تھے، تکلیف کی شدت سے آنکھیں لبالب بھری ہوئی تھیں۔ عابدہ نے اس کے ہاتھ پر دوائی لگا کر اسے کام نہ کرنے کا کہا تھا۔ چھٹی کا دن تھا سوائے تایا اور سکندر کے سب ہی مرد گھر پر تھے۔ زید اور ارسل کو کہیں جانا تھا، اسی لیے عدن کو بلایا۔

''ہمارے کپڑے پریس کر دو۔'' انداز حاکمانہ تھا۔ احمد کے علاوہ عابدہ بھی لاؤنج میں ہی موجود تھیں۔

''رضیہ سے کہو وہ کر دے گی، دیکھ نہیں رہے اس کا ہاتھ کتنا جل گیا ہے۔ استری کیسے پکڑے گی۔'' عابدہ نے دونوں کو گھورا، جب کہ عدن سر جھکائے کھڑی تھی۔ دل کی حالت بہت قابل رحم تھی۔ احمد نے اس کا سرخ چہرہ دیکھنے کے بعد ہاتھ کو دیکھا جو اچھا خاصا جل گیا تھا۔ اماں زید سے کہتے باہر نکل گئیں، تو زید نے عدن کو گھورا جو پلٹنے والی تھی۔

''سنو میڈم!'' اس کے انداز پر احمد حیران رہ گیا۔

''یہ تو طے ہے کہ میرے کپڑے تم ہی پریس کرو گی۔'' وہ اٹھ کر اس کے مقابل آیا تو لبالب بھری آنکھوں کو دیکھ کر ایک پل کے لیے بے چین ہوا مگر پھر سر جھٹکا۔

''ایک ہاتھ جلا ہے، وہ بھی معمولی سا۔ دوسرا تو سلامت ہے نا، اب جاؤ۔''

احمد جھٹکے سے اٹھ کر ان کے قریب آیا۔ ارسل مزے سے صوفے پر پھیل کر بیٹھ گیا گویا ابھی کسی من پسند ڈرامے کا پسندیدہ سین دیکھنے جا رہا ہو۔

''تم نے سنا نہیں اماں نے کہا، رضیہ کر دے گی کپڑے پریس۔'' سفید شلوار سوٹ میں ملبوس احمد پورے قد سے عدن کے پہلو میں کھڑا بھائی سے مخاطب تھا۔ جب کہ عدن سکندر مرنے والی تھی۔

''کیوں؟ یہ کیوں نہیں کر سکتی؟'' زید جھنجلایا۔

''مجھے اسی سے کروانے ہیں۔''

''زید!'' اگر جو وہ بول سکتا تو پوری حویلی اس کی گرج سے لرز اٹھتی۔ ''آئندہ میں نہیں دیکھوں کہ تم اپنے فضول کاموں کے لیے عدن کو پکار رہے ہو۔ رضیہ سے کہو اور تم جاؤ یہاں سے۔'' احمد نے ہاتھ کے اشارے سے عدن کو وہاں سے ہٹایا تو وہ تیزی سے پلٹی۔

''واہ صاحب! کیا آپ کے کام نہیں کرتی وہ۔'' ارسل کو ایک دم غصہ آیا۔

''یا آپ کو سات خون معاف ہیں؟''

''مجھے خود سے کمپیئر مت کرو اور آئندہ اگر اسے تنگ کیا تو یاد رکھنا بری طرح پیش آؤں گا۔'' اس نے سختی سے کہا۔

''یا حیرت یہ میری گناہ گار بصارتیں کیا دیکھ رہی ہیں کہ دُرِ عدن بلال کے لیے اس گھر کے شہزادوں کو ڈانٹا جا رہا ہے۔''

زید اور ارسل پر غشی طاری ہوئی تو وہ پلٹا مگر اپنے پیچھے جناتی قہقہے سن کر خود بھی مسکرا دیا جب کہ ہال کی دیوار سے ٹیک لگائے عدن کی نگاہیں دور جاتے اس شخص کی پشت پر جمی تھیں۔

☆☆☆

تیری کوشش تیری تدبیر ہونا چاہتا ہوں
میں تیرے ہاتھوں کی تحریر ہونا چاہتا ہوں

تو میرے پاس آئے اور پلٹ کر نہ جائے
میں تیرے پاؤں کی زنجیر ہونا چاہتا ہوں

میں اسی لیے خود کو تباہ کر رہا ہوں
کہ تیرے ہاتھ سے تعمیر ہونا چاہتا ہوں

رات ارقم کی واپسی ہوئی تھی اور صبح عدن سے ملاقات۔ وہ حویلی کا پہلا فرد تھا جس نے اسے اس کے رشتے سے بھابھی کہہ کر پکارا تھا۔ وہ تیرہ سالہ صحت مند خوبرو بچہ تھا، جسے عدن بہت پسند آئی تھی۔ وہ صبح سے اس کے ساتھ ساتھ تھا، اس وقت جب وہ لوگ شام کے کھانے کے لیے کچن میں تھیں، ارقم ماربل ٹاپ پر بیٹھا پاستا کھا رہا تھا۔ ساتھ ہی مسلسل بول رہا تھا۔

''آپ مزے کی کوکنگ کرتی ہیں جب کہ رضیہ آپا کو تو کچھ بھی نہیں بنانا آتا۔'' اس نے منہ بنایا تو دونوں مسکرا دیں۔ ''میری ہمیشہ سے خواہش تھی کہ بڑی بہن ہو اور دیکھیں اب آپ آ گئی ہیں۔''

عدن ہنس پڑی۔ پھر اس کا سرخ چہرہ پیار سے

دیکھا۔
"تم اتنے ماہ شہر رہ کر آئے ہو، یہاں کسی کو مس نہیں کیا۔" اس نے ارقم کے سلکی بال بگاڑے۔
"بہت مس کیا سب کو۔ دل چاہتا تھا فوراً آجاؤں لیکن پھر بھائی کا چیلنج یاد آجاتا۔ وہ کہتے تھے میں اتنا عرصہ وہاں نہیں رہ پاؤں گا، بس اسی لیے۔"
اس نے بات کے اختتام پر پیالہ اٹھالیا۔
"کون سے بھائی نے چیلنج کیا تھا۔"
"احمد صاحب!" ارقم سے قبل رضیہ بول پڑی۔ برنر جلاتے عدن کے ہاتھ تھمے۔ رضیہ مسکراتے ہوئے بتارہی تھی۔
"چھوٹے صاحب سب بھائیوں کے ساتھ بچوں جیسا برتاؤ کرتے ہیں، آپ نے انہیں دیکھا ہے نا؟" رضیہ نے سبزی کاٹتے ہاتھ روک کر عدن کی طرف دیکھا جو بغور اس کا ایک ایک لفظ سن رہی تھی۔
"خود بھی اتنے بڑے نہیں ہیں مگر۔" تب ہی ارقم بھائی پکارتے تیزی سے باہر لپکا، دونوں نے دیکھا۔ وہ احمد کی پشت سے لپٹا کہہ رہا تھا۔
"ٹیسٹ کریں بہت مزے کی ہیں۔ بھابھی نے بنائی ہیں۔" وہ اسے کچن میں لے آیا اور چمچہ بھر کر احمد کی طرف بڑھایا۔ لقمہ لیتے اس نے سر ہلاتے تعریف کی۔ پھر رضیہ کی طرف دیکھا۔ پہلے ہاتھ سے فضا میں زیگ زیگ گیا پھر مونچھوں کو تاؤ دیتے اپنے پیچھے اشارہ کیا۔ عدن نے اس کے اشارے دیکھے جب وہ دونوں بھائی باہر نکلے تو اس نے کب سے رکی سانس بحال کرتے رضیہ سے پوچھا۔
"وہ کیا کہہ رہے تھے؟"
"کہہ رہے تھے، زید صاحب سو رہے ہیں۔ جب اٹھیں تو ان سے کہوں ڈیرے پر آجائیں، وہ لوگ وہیں جارہے ہیں۔" اس نے یوں فر فر بتایا، گویا وہ بول کر گیا ہے۔ عدن کو رضیہ پر رشک آیا۔

☆☆☆

"صاحب! وہ بی بی۔"
وہ لوگ شام کی چائے پی رہے تھے جب حواس باختہ رضیہ ان کے سامنے آکھڑی ہوئی۔
"کیا ہوا رضیہ؟" عابدہ نے حیرت سے اس کا زرد چہرہ دیکھا۔
"بی بی جی! وہ چھوٹی بی بی کنویں میں گر......"
ابھی اس کے الفاظ منہ میں ہی تھے کہ زید، ارسل اور احمد جھٹکے سے کرسیاں دھکیلتے باہر دوڑے جب کہ باقی لوگ ان کے پیچھے تھے۔ کنویں میں کودنے والا احمد تھا۔

وہ غوطہ لگاتے اسے سطح پر کھینچ لایا تھا۔ وہ بے ہوش تھی۔ پانی اس کے شانوں تک تھا اس نے بے تابی سے عدن کا چہرہ تھپتھپایا، باقی لوگ منڈیر پر جھکے تھے۔ زید اور ارسل سیڑھی لے آئے، صفیہ کے کہنے پر رضیہ اندر سے چادر لے آئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے جب کہ باقی لوگ بھی پریشان تھے۔

احمد دائیں بازو کے حصار میں عدن کے بے جان وجود کو کندھے سے لگائے باہر آیا تو عابدہ نے چادر اس پر ڈال دی۔ ابتدائی طبی امداد کے بعد اس کی حالت قدرے بہتر تھی۔ صفیہ، عدن کے چہرے پر نظریں جمائے بیٹھی تھیں۔ پپڑی زدہ ہونٹ، کملایا ہوا چہرہ۔ وہ کتنا بدل گئی تھی۔ "جب یہاں آئی تھی تو کیسا دل موہ لینے والا دل کش چہرہ تھا اور اب۔" انہیں دکھ ہوا۔

حقیقت یہ تھی کہ اس حویلی کا کوئی بھی مکین سخت دل نہیں تھا۔ بس ایک حادثے نے وقتی طور پر ان کے دل سخت کردیے تھے جو رفتہ رفتہ اس خول سے باہر آرہے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ تائی کا رویہ اس کے ساتھ بہتر ہورہا تھا۔
"کیوں گئی تھی یہ وہاں؟ کس کے کہنے پر؟" عابدہ نے رضیہ کو ڈپٹا۔
"جب سب کو معلوم ہے اسے پانی سے ڈر لگتا ہے تو اسے وہاں بھیجنے کا کیا مطلب ہے۔ جان لینی تھی؟" انہیں رہ رہ کر غصہ آرہا تھا۔
"کسی نے نہیں کہا تھا جی۔" رضیہ نے سر اٹھایا۔ "بی بی خود گئی تھیں۔" اندر آتے احمد نے اس کا

جواب دھیان سے سن کر ماں کا چہرہ دیکھا۔
"مگر کیوں؟" انہیں حیرت ہوئی۔ رضیہ نے آنے والے کو دیکھا۔
"میں نے منع کیا تھا کہ بی بی یہاں نہ بیٹھیں۔"
"اگر تم روکتیں تو وہ رک جاتی۔ بہانے مت بناؤ اور سچائی بتاؤ۔" اماں کو اس کی بات پر بھروسا نہیں تھا، انہیں لگا وہ صفیہ کا نام لینے سے ہچکچا رہی ہے۔
رضیہ روہانسی ہوئی۔
"میں سچ کہہ رہی ہوں بی بی! اس روز سکندر صاحب وہاں بیٹھے تھے کنویں پر تو انہوں نے کہا۔ اب مجھے کنویں سے ڈر نہیں لگتا مگر وہ گر گئیں۔" احمد تیزی سے باہر نکل گیا جب کہ دونوں خواتین ہکا بکا رہ گئیں۔

☆☆☆

ان کی روٹین تھی جب وہ بھائی فارغ ہوتے تو حویلی کی پچھلی طرف پر کرسیاں بچھا کر کارڈز کھیلتے تھے۔ اس روز بھی وہ کھیل رہے تھے جب انہیں دیکھتے ارقم کو یک دم خیال آیا۔
"صائم کی بھابھی بے بی لے کر آئی ہیں۔ ہمارا بے بی کب آئے گا بھائی؟" اس نے جس قدر اشتیاق سے پوچھا تھا، سب ہی لڑکوں کو کھانسی کا شدید دورہ پڑ گیا۔
"ارقم! ایسی باتیں نہیں کرتے یار!" احمد نے اس کا گال چھوا تو وہ اوکے کہتا اٹھ کر حویلی چلا آیا اور سیدھا کچن میں آیا جہاں عدن آٹا گوندھ رہی تھی۔ رضیہ، تائی کے پاس تھی۔ ارقم کے پیچھے ہی وہ بھی کچن میں آئی تھی۔
"بھابھی!" وہ جمپ لگا کر ٹاپ پر بیٹھا۔
"جی ارقم! کچھ کہنا ہے۔" آٹا ڈھک کر ہاتھ دھوتے مصروف سے انداز میں پوچھا۔
"ہمارا بے بی کب آئے گا؟"
"ہمارا بے بی؟" عدن کے ہاتھ ساکت ہوئے، پلٹ کر حیرت سے ارقم کا پرجوش چہرہ دیکھا۔
"کیا مطلب؟" اسے ارقم کی بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ وہ کس کے بے بی کا ذکر کررہا تھا۔
"صائم کی بھابھی لائی ہیں، بے بی ہاسپٹل سے۔ بھابھی! آپ کب لائیں گی؟" عدن نے ایک دم سے اس کی طرف سے رخ موڑا، رضیہ مسکرادی۔
"ارقم تو ڈنر بنادوں بیٹا؟" چند لمحوں بعد اس نے بات ہی پلٹ دی۔
"جی بنادیں۔ میں بڑی اماں کے پاس ہوں، وہیں لے آئیں۔" وہ کہتے ہوئے باہر نکل گیا تو عدن نے گہری سانس لی۔ رضیہ کھلکھلا کر ہنسی تو وہ خود بھی مسکرادی۔

☆☆☆

ان دنوں عدن سکندر کی زندگی دہری اذیت میں تھی، جب رومیہ کی حویلی آمد ہوئی۔ اسے رضیہ نے بتایا کنویں سے اسے سکندر نے نکالا تھا۔ وہ حویلی میں ہی تھے جب کہ اسے یاد تو نہیں پڑتا تھا کہ اس نے کسی نئے چہرے کو دیکھا ہو۔
"بڑی بیگم صاحبہ نے مجھے بہت ڈانٹا تھا جی؟" رضیہ بارہا اسے تفصیل بتا چکی تھی۔
وہ غائب دماغی سے رومیہ کو سن رہی تھی۔
"میں نے اس روز زید کو پہچان لیا تھا۔ تصویریں دیکھ رکھی تھیں میں نے، پھر احمد مل گئے۔ میں ان کے پیچھے نہیں تھی، وہ کوئی اور تھا۔" وہ مسکرائی۔ "اور وہ زید ہے۔"
"تم زید کو پہلے سے جانتی تھیں؟" عدن نے الجھن آمیز لہجے میں پوچھا۔
"روبرو نہیں ملی تھی، سکندر کے ساتھ دیکھا تھا پھر ان سے ملنا بھی تھا کہ وہ ماموں کو منائیں کیونکہ ماموں ان کی بات نہیں ٹالتے۔"
"سکندر تمہیں کہاں ملے؟" اس نے بے چینی سے پوچھا تو رومیہ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

''ابھی بتایا تو ہے بلکہ پہلے بھی بتایا تھا کہ پچھلے چار ماہ سے احمد باقاعدگی سے ہمارے ہاں آتے رہے ہیں۔''

''پہلے تو تم سکندر کہہ رہی تھیں اور اب احمد۔'' عدن رو دینے کو تھی۔ (یہ انکشاف جان لیوا تھا۔ کیا احمد ہی دراصل سکندر ہے؟)۔

''مجھے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔'' رومیہ نے تشویش سے اس کا زرد چہرہ دیکھتے ہاتھ تھامے۔

عدن نے آنکھوں میں نمی لیے بے بسی سے اسے مخاطب کیا۔

''مجھے بتاؤ رومی! احمد اور سکندر کون ہیں؟''

''کیا ہو گیا ہے یار! تم اپنے شوہر کو نہیں جانتیں؟'' رومیہ نے اسے ڈپٹا۔

''بی بی اس حقیقت سے ناواقف ہیں۔'' رضیہ نے وہاں آکے ان پر پہاڑ گرایا۔ دونوں نے بے یقینی سے اس کا چہرہ دیکھا۔ ''چھوٹے صاحب نے منع کیا تھا کہ بی بی کو پتا نہ چلے، وہ دراصل سکندر ہی ہیں۔''

عدن کی آنکھ سے آنسوؤں کا ریلا بہہ نکلا جب کہ رومیہ بھی حیران تھی۔ وہ ایسا کیسے کر سکتا تھا؟ جب عدن رو رو کر نڈھال ہو گئی تو رومیہ خود بھی رونے والی ہو گئی اور یہی حال رضیہ کا تھا۔

''عدن پلیز، چپ ہو جاؤ۔'' رومیہ نے اس کے ہاتھ تھامے۔ ''میں جانتی ہوں، تمہیں جان کر بہت دکھ ہوا ہے مگر تم رو مت، بدلہ لو اس سے۔ اسے معلوم ہی نہ ہو کہ تم حقیقت جان گئی ہو۔'' وہ اسے چپ کروانے کے جتن کر رہی تھی۔

''میں ایسا کیسے کر سکتی ہوں رومی؟''

''کیوں نہیں کر سکتیں، اگر وہ حقیقت چھپا کر تمہیں اذیت دے سکتا ہے تو تم کیوں نہیں؟''

''کیونکہ میں مجبور ہوں۔'' اس نے چہرہ رگڑا۔

''کیسی مجبوری؟'' رومیہ چونکی۔ جب کہ رضیہ مسکرا دی۔

''تم نے پوچھا تھا مجھے کس جذبے نے اتنا بدلا؟ حقیقت سے ناآشنائی کے باوجود میرا دل خود بخود اس کی طرف کھنچتا تھا۔ مجھے سکندر نام سے بھی نفرت نہیں ہوئی۔ تم جانتی ہو نا رومی! میں کچھ غلط برداشت نہیں کر سکتی۔ بعید نہ تھا کہ میں کوئی انتہائی قدم اٹھاتی اگر جو اس شام میں نے احمد کو نہ دیکھا ہوتا۔ اس کی دی کوئی سزا میرے لیے اعزاز سے کم نہیں۔ وہ میری نگاہوں کے سامنے تھا تو میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھتی تھی اور اب جب کہ میں حقیقت جان گئی ہوں کہ احمد ہی میرا بخت ہے، تو کیسے لاتعلق ہو جاؤں؟ وہ اتنے اچھے اور پیارے کیوں ہیں رومی؟''

''بے شرم لڑکی!'' رومیہ نے مصنوعی خفگی سے کہتے ہوئے اسے چپت لگائی۔ ''کس قدر بے شرمی سے نند کے سامنے داستان محبت سنا رہی ہو۔''

''نند کو نہ سناؤں تو کسے سناؤں یار!'' وہ روہانسی ہوئی۔

''اف یہ رضیہ کی بچی بھی اس راز سے واقف ہو گئی ہے۔'' اسے مسکراتے دیکھ کر رومیہ چلائی۔

''مجھے بھی نند ہی سمجھ لیں کیونکہ صاحب بالکل بہنوں کی طرح ہی خیال رکھتے ہیں میرا۔'' اس نے فخریہ بتایا۔ ''اور یہ راز جو آپ کو ابھی معلوم ہوا، میں پہلے سے جانتی ہوں۔'' رومیہ اور عدن نے حیرت سے اس جیمز بانڈ کی جانشین کو دیکھا۔ وہ راز داری سے کہتے ہوئے ان کے قریب ہوئی۔ ''ابھی بھی زید صاحب، احمد صاحب کو بتا رہے تھے کہ یہ وہی لڑکی ہے جس کے بارے میں آپ نے کہا تھا۔ مجھے اس سے پیار ہو گیا ہے۔'' رضیہ نے آنکھیں مٹکائیں جبکہ عدن نے بے ساختہ منہ پر ہاتھ رکھا۔ رومیہ چلائی۔

''تمہارا مطلب سکندر احمد، عدن بلال سے محبت کرتا تھا۔ مائی گڈنیس۔ یہ کیا مسٹری ہے بھئی؟'' اس نے عدن کی طرف دیکھا مگر وہ تو خود شدید

حیرت کے باعث سکتے کی حالت میں تھی۔ رومیہ کو اس پر ترس کے ساتھ پیار آیا تو دونوں ہاتھوں میں چہرہ تھامتے پیشانی چوم لی۔

''سدا سہاگن رہو۔'' عدن کی آنکھ سے بے ساختہ آنسو رواں ہوئے۔ ''تمہاری قسمت کو سلام۔ یار میں نا بڑی بھابھا کٹنی ٹائپ روایتی نند ثابت ہونے والی تھی تمہاری، مگر اب جب کہ میں حقیقت جان گئی ہوں کہ میرے گڈے کو تم سے محبت ہے تو ارادہ بدلنا پڑے گا۔'' اس نے مصنوعی بے چارگی سے کہا پھر بہت پیار سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

''کیا دیکھ رہی ہو؟'' عدن اس کے انداز پر نروس ہوئی تو وہ مسکرا دی۔

''پیار سے دیکھ رہی ہوں، میرا بھائی بھی تو اس چہرے کو اتنے ہی پیار سے دیکھتا ہوگا۔'' اس کے شرارتی انداز پر عدن کا چہرہ سرخ ہو گیا جب کہ رضیہ مسکرائی۔

''ہمیں جن سے محبت ہوتی ہے ان سے وابستہ رشتوں سے بھی محبت ہو جاتی ہے عدن ڈیرا!'' رومی نے فلسفہ بھگارا۔ ''مجھے سکندر احمد سے محبت ہے اور اسے تم سے، تو اس لحاظ سے مجھے عدن سکندر احمد سے ٹرپل محبت ہے۔''

''ٹرپل محبت؟'' رضیہ نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں ٹرپل ایک دوستی والی، دوسری بھابھی والی اور تیسری۔'' اس نے شرارت سے آنکھیں مٹکائیں۔

''اور تیسری احمد والی۔'' عدن اور رضیہ نے چند لمحوں تک اس کا ہنسی ضبط کرنے کی کوشش میں سرخ پڑتا چہرہ دیکھا پھر تینوں کھلکھلا کر ہنسی تھیں۔

☆☆☆

''میں نے اپنی حقیقت تم سے اس لیے نہیں چھپائی تھی کہ میرا مقصد تمہیں سزا دینے کا تھا کیونکہ میری نظر میں سزا بھی اسے ہی ملنی چاہیے جو خطا کرتا ہے، بے قصور کو نہیں۔ جس روز تم حویلی آئیں۔ میں تمہارے پیچھے ہی آیا تھا اور سب دیکھ رہا تھا لیکن اس سے قبل کہ میں بڑی اماں کو روکتا تم نے خود ہی ان کا ہاتھ روک لیا۔ سچ بتاؤں تو مجھے اچھا لگا تھا تمہارا انداز۔''

عدن کو ایک فولڈ پرچہ آج صبح رضیہ نے دیا تھا اور اس وقت وہ کمرے میں دیوار سے ٹیک لگائے نم آنکھوں سے پڑھ رہی تھی۔

''تمہارے لیے شاپنگ بھی کی تھی، رضیہ نے شاید تمہیں بتایا ہو کیونکہ تمہارے اور اس کے الگ کپڑے تھے۔ چوتھے روز جب تم کاموں سے انکار کر رہی تھیں اور میرا (یعنی سکندر) نام لینے پر جب چاچو نے پلٹ کر دیکھا۔ میں تب ہی فوراً پیچھے ہٹ گیا پھر میں جب اٹھارہ روز بعد آیا تو تمہاری حالت دیکھ کر حیران رہ گیا۔ تم اتنا کیسے بدل گئی تھیں اور مجھے تمہارا ہارا ہوا وجود بالکل اچھا نہیں لگا تھا۔ مجھے شدید غصہ آیا تم پر اور یہی غصہ میں نے زید پر نکال دیا (جس کا مجھے ابھی تک دکھ ہے)۔ میں اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ اللہ بھی ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد خود کرتے ہیں۔ تو یہی وجہ تھی میری تم سے لاتعلقی کی۔ اگر میں نے تمہارا انڈر راندازیہ دیکھا ہوتا تو میں کبھی تمہیں یوں تنہا نہ چھوڑتا۔ میں تمہیں اپنے بُرے رویے سے اکساتا تھا کہ آواز اٹھاؤ۔ میں منتظر تھا، تمہاری آواز پر لبیک کہنے والا پہلا شخص سکندر احمد ہوتا۔ مجھے دن بہ دن تمہارے شکست خوردہ وجود سے جھنجلاہٹ ہونے لگی۔ پھر میں نے غور کیا تو حقیقت کا ادراک ہوا کہ تمہارے اس قدر بدلنے کے پیچھے میری ذات تھی۔''

عدن نے بے ساختہ سسکی روکی۔

''عجیب بات ہے نا عدن سکندر! میں جس ہستی کو سر اٹھا کر پورے حق سے اپنے گھر میں دیکھنا چاہتا تھا، وہ ہستی میری ہی وجہ سے بے توقیر ہو گئی۔ تائی اماں، زید حتیٰ کہ رضیہ تک مجھے تمہاری طرف متوجہ کرنے کے جتن کرتے رہتے۔ بھلا انہیں کیا خبر تھی کہ میں تو کبھی تم سے غافل ہوا ہی نہیں تو متوجہ ہونے کا کیا جواز؟''

عدن نے ہتھیلی سے آنسو رگڑے۔

''پھر وہ حادثہ جب تم کنویں میں گریں، اف مجھے لگا میں سانس نہیں لے پاؤں گا۔ تم میری وجہ سے تکلیف میں تھیں، تب ہی زید نے مجھے یاد دلایا۔ بھائی، یاد ہے آپ نے ایک بار ایک لڑکی کے لیے کہا تھا کہ آپ کو اس سے محبت ہے۔''

عدن اس جملے پر ٹھٹکی۔ دل ڈوب کر ابھرا، سکندر احمد کی زندگی میں کوئی اور تھا (وہ رضیہ کی بتائی بات بھول گئی تھی)۔

تب میں چار ماہ بعد چونکا۔ ''ہاں یہ سچ تھا کہ مجھے تم سے محبت تھی۔'' عدن کے لبوں کو بے ساختہ مسکراہٹ چھو گئی، وجود ہلکا پھلکا ہو گیا۔

''وہ جملہ میں نے غصے سے کہا تھا لیکن اب یہی حقیقت کیا تم مجھے معاف کر سکو گی عدن سکندر احمد؟''

آگے صفحہ خالی تھا۔ عدن اسے سینے پر رکھے مسکراتے ہوئے لیٹ گئی۔

''معافی کیسی احمد! میں تو کبھی آپ سے ناراض تھی ہی نہیں۔''

☆☆☆

احمد کے دوست کی شادی تھی، پچھلے تین روز سے وہ شہر میں تھا۔ درحقیقت وہ عدن پر تمام سچائی ظاہر کرنے کے بعد سامنے جانے سے ہچکچا رہا تھا۔ عدن نے صرف ایک ہی بات کہی تھی جب تائی عابدہ اور زید اسے رضیہ کے کمرے میں لینے آئے تھے۔

''کیا مجھے اتنا حق مل سکتا ہے اماں!'' اس نے ایک ہاتھ سے صفیہ اور دوسرے سے عابدہ کا ہاتھ تھاما۔ آنکھوں میں آنسو تھے۔ زید باہر نکل گیا۔ وہ آج بھی اس لڑکی کو بے بس نہیں دیکھ سکتا تھا، اسے بھائی سے عشق تھا اور اس لڑکی کو بھی۔ ان کی ذات کا محور ایک ہی ہستی تھی تو دونوں کا رشتہ بھی بہت پاکیزہ تھا۔

''بولو بیٹے۔'' اماں نے اس کے آنسو پونچھے۔ تو اس نے دونوں ہاتھ تائی کے سامنے جوڑ دیے۔

''مجھے معاف کر دیں پلیز۔''

''ایسے مت کہو بیٹا! تم تو بے قصور ہو۔'' تائی نے اسے سینے سے لگا لیا۔

''تم کون سا حق مانگنا چاہتی ہو عدن؟'' چند لمحوں بعد تائی نے اس کا چہرہ سامنے کیا جو آنسوؤں سے تر تھا۔

''اگر آپ دونوں کہیں گی تو میں ابھی آپ کے ساتھ چلی جاؤں گی مگر اماں۔'' اس نے عابدہ کی طرف دیکھا۔

''بولو میرا بچہ۔''

''میں چاہتی ہوں، میں جس کے نام سے وابستہ ہو کر یہاں آئی ہوں، وہی مجھے یہاں سے لے جائے۔'' اس نے سر جھکاتے ہوئے کہا تو دونوں مسکرا دیں۔ انہیں بھلا کیا اعتراض ہونا تھا۔

سکندر احمد کو گئے ہفتہ ہونے والا تھا اور پچھلے تین روز سے عدن سکندر بخار میں مبتلا تھی اور صبح سے گویا حواس جواب دے رہے تھے۔

فیروز چاچو نے فون کر کے سکندر احمد کو جلد پہنچنے کو کہا تھا۔ عدن کا مطالبہ بھی اس تک پہنچ چکا تھا۔

ارقم نے عدن کو سیل گفٹ کیا تھا۔ تائی ابھی اس کے پاس سے اٹھ کر گئی تھیں۔ وہ نڈھال سی دیوار کے سہارے بیٹھی تھی، آنکھیں بند تھیں۔ رضیہ جانے کہاں چلی گئی تھی۔ تب ہی سیل کی آواز پر دھڑکتے دل کے ساتھ فون اٹھایا۔ اسے ایک دم اپنے پاس کسی محبوب ہستی کا گمان ہوا تھا، ایک تصویر موصول ہوئی تھی۔

وائٹ برائڈل ڈریس میں انتہائی خوب صورت برائڈ جس کے قدموں میں دولہا دونوں ہاتھ پھیلائے، گھٹنے ٹیکے، پنجے کے بل سر اٹھائے، اس شہزادی کی مسکراہٹ پر نثار ہوا تھا۔ ساتھ نظم تحریر تھی۔

''بس ایک معافی ہماری
توبہ جو کبھی ستائیں تم کو
لو ہاتھ جوڑے، کان پکڑے
اب اور کیسے منائیں تم کو

جو سچ کہیں تو تمہیں تو
غصے نے اور دلکش بنا دیا ہے
ہمارے من کو تو سوجھتی ہے
کہ اور غصہ دلائیں تم کو
تو کیا اب تک ہماری نظروں کے
سب تقاضوں سے بے خبر ہو
ہمیں تم سے محبت ہے پگلی
اور اب کیسے بتائیں تم کو

اس کا چہرہ بے انتہا سرخ ہوا، لبوں پر مسکان لیے نگاہ اٹھائی تو سامنے دیوار سے پشت ٹکائے سینے پر باز و لپیٹے، دلکش مسکان اور آنکھوں میں محظوظ اور دلچسپ سی کیفیت لیے وہ پوری طرح اسی کی طرف متوجہ تھا۔ عدن سکندر نے بوکھلا کر نگاہ جھکا لی۔

''شکر خدا کا یہ شخص بول نہیں سکتا۔''

بے قابو ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ اس نے کلمہ شکر ادا کیا اور سکندر احمد جیسے اس کے چہرے پر لکھی تحریر پڑھ کر بے ساختہ کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

☆☆☆

گیارہ ماہ بعد۔

حویلی میں اس روز خوشی کا سماں تھا کیونکہ اس روز احمد کی بیٹی کا عقیقہ تھا۔ عنایا سکندر کی صورت حویلی کے مکینوں کے ہاتھ جیتا جاگتا کھلونا آ چکا تھا۔ ارسل، زید، صفیہ، چاچو، عابدہ بیگم پورا دن ایک ہاتھ سے دوسرے میں سفر کرتی جب کہ ارقم تو خوشی سے پاگل ہو چکا تھا۔ وہ ہمہ وقت اسے گود میں لے کر بیٹھے رہنا چاہتا تھا۔

''یہ میرا بے بی ہے۔'' پہلی بار اسے گود میں لیتے گویا اعلان کیا تھا۔ سکندر احمد کو وہ صرف رات کو میسر ہوتی تھی جب وہ اسے گود میں لے کر پیار کرتا، وہ بھی تب جب ارقم سو چکا ہوتا کیونکہ وہ جب تک نیند سے بے حال نہیں ہو جاتا تھا، ان کے کمرے میں عنایا کو گود میں لیے بیٹھا رہتا۔ پانچ ماہ قبل زید اور رومیہ کا نکاح ہو چکا تھا، رخصتی ان کی تعلیم مکمل ہونے کے بعد قرار پائی تھی۔ اس وقت چاچو اور سکندر احمد ہال کمرے میں تھے جب انہوں نے بھتیجے کا چہرہ دیکھا۔

''برخوردار کیسا محسوس ہو رہا ہے والد محترم کے عہدے پر فائز ہو کر۔''

''بلیسڈ'' اس نے سینے پر ہاتھ رکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہوں، تو تم نے مجھ سے کیوں چھپایا کہ تمہیں عدن سے محبت تھی۔''

''کیا مطلب؟'' احمد حیران ہوا۔ ''آپ سے کس نے کہا؟''

''کیوں تم نے ہی تو زید اور ارسل کو بتایا تھا۔''

وہ حیران ہوئے۔

''وہ تو اس روز غصے سے منہ سے نکلا تھا۔'' اس کا چہرہ عدن کو دیکھ کر سرخ ہوا۔ جس کی گود میں عنایا تھی جب کہ رضیہ چائے لے کر آ رہی تھی۔

''میں نے اسے کون سا پہلے دیکھ رکھا تھا۔'' اس نے اٹھ کر بیٹی کو گود میں لیتے اس کی پیشانی چومی۔

''سبحان اللہ، غصہ اتنا دلنشین ہے تو پیار کیسا ہوگا۔'' چاچو اش اش کر اٹھے، احمد نروس ہوا۔

''مجھے کسی سے محبت نہیں ہے۔'' وہ جھنجھلایا۔

''تو پھر اس روز کیوں کہہ رہے تھے بھابھی سے کہ انہوں نے آپ کا دلایا جوڑا پہن رکھا ہے اور اچھی لگ رہی ہیں۔'' رضیہ نے ٹھنک کر کہا تو سکندر نے بے یقینی سے اسے دیکھا جب کہ چاچو ہنس پڑے۔ عدن مسکرا دی۔

''بیٹا! اسے کہتے ہیں گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔'' فیروز بہت محظوظ ہوئے تو وہ خود بھی مسکرا دیا۔

بعض اوقات ہم نہیں جانتے کہ جو الفاظ ہمارے لبوں سے ادا ہوتے ہیں، وہ ہماری تقدیر لکھ رہے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ سکندر احمد کے ساتھ ہوا تھا۔

☆